چٹانوں کا راز



عمران سیریز نمبر 107

چٹانوں کا راز

(تیسرا حصہ)

پیش رس

سب سے پہلے تو یہ عرض کردوں کہ اس کتاب کا نام ''چٹانوں کے راز'' نہیں بلکہ ''چٹانوں کا راز'' ہے۔ اشتہار میں غلطی سے ''چٹانوں کے راز'' چل گیا تھا اور میں نے توجہ نہیں دی تھی۔

بہت چاہا کہ قیمت نہ بڑھاؤں لیکن ممکن نہ ہوا۔ کاغذ کے جہاز بھی آگئے ہیں۔ روز ہی اطلاع ملتی ہے کہ کاغذ اتر رہا ہے جہاز سے لیکن قیمت اترنے کا نام نہیں لیتی۔ لہٰذا میں بھی اسلامی نظام کے نفاذ سے پہلے کروڑ پتی بن جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ بقیہ زندگی یاد الٰہی میں گزار سکوں۔ اٹھایئے فاتحہ کے لئے ہاتھ۔

کل ایک صاجزادے تشریف لائے کہنے لگے کہ آپ صرف کہانیوں کے لئے کہانیاں نہیں لکھتے بلکہ اُن میں اصلاحی پہلو بھی ہوتے ہیں۔ تو پھر کتنی زندگیاں سدھریں آپ کی تحریروں سے۔ میں نے پوچھا میاں میری تحریریں قرآن شریف اور احادیث مکرم

کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ کہنے لگے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ میں نے کہا تو پھر یہ بتایئے کہ یہ دونوں نعمتیں آپ کی زندگی پر کس حد تک اثر انداز ہوئی ہیں۔ بغلیں جھانکنے لگے۔ میں نے کہا تحریریں اور تقریریں صرف "واہ واہ" کے لئے ہوتی ہیں.... ہو سکتا ہے پہلے کبھی انہوں نے کردار سازی کا حق ادا کیا ہو لیکن اس دور "جاہلیت" میں صرف ذہنی عیاشی کے کام آرہی ہیں یا پھر انہیں تیر و تفنگ کا منصب سونپ دیا جاتا ہے یعنی آپس کے جھگڑوں میں کام آتی ہیں۔

اُف فوہ کہاں کی باتیں لے بیٹھا یہ بیچارہ ناول نویس۔ وہ بھی اس بناء پر کہ کاغذ کے دام چڑھتے ہی جارہے ہیں۔ یعنی وہی بات ہوئی نا کہ کسی ذاتی دشواری میں پڑ کر بات قرآن و حدیث تک پہنچادی۔ اللہ مجھے عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

ابنِ صفی



ساحل کی طرف بڑھ جانا اضطراری فعل تھا۔ اس لئے وہ پھر گاڑی کی جانب پلٹ آیا۔ سوچ رہا تھا کہ گاڑی اسٹارٹ کر کے دیکھے شائد وہ اُسے آگے بڑھانے میں کامیاب ہی ہو جائے لیکن جیسے ہی اُس نے انجن کو گیئر میں ڈالا پہیے ریت میں گھوم کر رہ گئے اور گاڑی آگے نہ بڑھ سکی۔

مرسیانا دور کھڑی دیکھتی رہی۔ اُس کی بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں تشویش کے سائے لہرا رہے تھے۔ عمران نے پھر کوشش کی۔ لیکن نتیجہ وہی صفر آخر اس نے انجن بند کیا اور گاڑی سے اتر آیا۔

مرسیانا قریب آکر آہستہ سے بولی۔ "اب کیا ہو گا۔!"

"گاڑی یہیں چھوڑ دینی پڑے گی.... لیکن....!" عمران نے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔

"لیکن کیا....؟"

"یہ ساحل میرے شہر کا تو نہیں معلوم ہوتا۔!"

"یہ دوسری ہوئی۔!" وہ بھنا کر بولی۔

"یقین کرو.... ہم پتہ نہیں کہاں ہیں۔!"

"تم کوئی بدروح ہو....!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"میں کوئی بھی ہوں.... لیکن اپنی پریشانیوں کی ذمہ دار تم خود ہو۔ زبردستی مجھے اپنے کمرے میں لے گئی تھیں۔ پہلے بھی ایک تلخ تجربہ ہو جانے کے بعد تمہیں مجھ سے دور ہی رہنا چاہئے تھا۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران کے چہرے سے نظر ہٹا کر غالباً سمندر کی لہریں گننے لگی تھی۔ آخر تھوڑی دیر بعد اُس نے عمران کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔!"

"اس سے بھی حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔!" عمران بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے... لہٰذا اب ہمیں سمندر میں چھلانگ لگا دینی چاہئے۔!" وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

عمران خاموشی سے گاڑی کے عقب میں آیا اور ڈکے کا قفل کھولنے لگا۔ ڈکے میں وہ سوٹ کیس موجود تھا جس میں عمران نے سلائیڈز اور پروجیکٹر رکھے تھے اور سوٹ کیس کھولنے پر معلوم ہوا کہ پروجیکٹر تو موجود ہے لیکن سلائیڈز غائب ہو گئے ہیں۔

ٹھیک اُسی وقت اُسکی نظر کلائی کی گھڑی پر بھی پڑی اور تاریخ والے خانے پر جمی کی جمی رہ گئی۔ دفعتاً اس نے مرسیانا سے پوچھا۔ "آج کون سی تاریخ ہے....؟"

"گیارہ اکتوبر.....!" اُس نے جواب دیا۔

"یعنی کل اکتوبر کی دسویں تاریخ تھی جب میں تمہارے کمرے میں کافی پی رہا تھا۔!"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔!" وہ جھلا کر بولی۔ "آج گیارہ ہے تو کل لازمی طور پر دس رہی ہو گی۔!"

"لیکن میری گھڑی تو آج سولہ تاریخ بتا رہی ہے۔!"

"تمہاری طرح تمہاری گھڑی بھی اوٹ پٹانگ معلوم ہوتی ہے۔!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی اور عمران شانے سکوڑ کر رہ گیا۔

آخر تھوڑی دیر بعد مرسیانا اُس کے قریب پہنچی اور جھک کر گھڑی دیکھنے لگی۔

"یہ الیکٹرانک واچ ہے۔!" عمران نے کہا۔ "بیٹری اگر ہاسٹ ہو جانے پر سست ہو سکتی ہے سرپٹ نہیں دوڑ سکتی۔ یقین کرو کہ ہم چھ دن سے غائب ہیں۔!"

"تو کیا ہم واقعی بدارواح کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔!"

"ضرور پڑ گئے ہوتے لیکن یہ بیسویں صدی ہے۔!"

"میں بدارواح میں یقین رکھتی ہوں۔!"

"تمہاری شکل ہی سے ظاہر ہے۔!"

"اوہ ختم کرو.... اب کیا ہو گا۔!"

"اسی جگہ کھڑے کھڑے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔!"

"جائیں بھی تو کدھر....؟"

"بس جدھر بھی منہ اٹھ جائے۔ کہیں نہ کہیں تو کوئی تیسرا بھی دکھائی دے گا۔!"

وہ خاموش کھڑی رہی اور عمران اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔ دفعتاً اُس نے سر اٹھا کر عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم انہیں کسی طرح بھی یقین نہیں دلا سکو گے کہ نگیٹو تمہارے پاس نہیں ہیں۔!"

"بس تو پھر گھر پہنچنا محال ہے۔!" عمران مایوسانہ انداز میں بولا۔

"صورت ہی سے نہیں لگتے بلکہ سچ مچ بیوقوف ہو۔!"

"کیا بات ہوئی۔!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"تم انہیں چکر دے سکتے تھے۔!"

"کیا مطلب.....؟" عمران کے چہرے پر چھائی ہوئی حماقت کچھ اور گہری ہو گئی۔!

"تمہیں پہلے ہی یہ نہ کہنا چاہئے تھا کہ نگیٹو ضائع ہو گیا ہے۔!"

"انہیں میری بات پر یقین کب آیا ہے۔!"

"پھر بھی تمہیں اتنا عقلمند تو ہونا ہی چاہئے کہ ایسے مواقع پر سچی بات ظاہر کر دینے کا مطلب موت ہوتا ہے۔ سچی بات ظاہر ہو جانے کے بعد تم اُن کے لئے بے مصرف ہو گئے۔ پھر وہ تمہیں گھر واپس بھجوانے کا تکلف کیوں کرنے لگے۔!"

"لیکن انہوں نے کسی حد تک تکلف ضرور کیا ہے۔ وہیں رکھتے جہاں ہم تھے یہاں کیوں پھکوا دیا ہے۔!"

"کیا کہنا چاہتے ہو.....؟"

"یہی کہ انہیں میری بات پر یقین نہیں آیا.....اُن کا خیال ہے کہ نگیٹو میرے پاس محفوظ اور کچھ پریشان ہونے کے بعد میں اُسے ان کے حوالے کر دوں گا۔!"

وہ اُسے غور سے دیکھتی رہی پھر سر ہلا کر بولی۔ "تمہارے متعلق یقین سے کچھ بھی نہیں جا سکتا اور میں تو خواہ مخواہ ایک مصیبت میں پڑی ہوئی ہوں۔ کہاں نیوزی لینڈ اور کہاں یہ افتاد"

"افتاد نہیں بلکہ گدھی اور اُس کا بچہ.....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"لیکن یہ کالے اُن سفید فاموں سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔ جنہوں نے تمہیں پکڑا تھا۔ اُوہ وہ کمرہ یاد ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔!"

"کہیں ہم الائیس کے ونڈر لینڈ میں تو نہیں پہنچ گئے ہیں۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا

"پھر بیوقوفی کی باتیں شروع کر دیں۔!"

"اور نہیں تو پھر کیا خواب دیکھ رہے ہیں۔!"

"یہی تو میں سوچ رہی ہوں کہ کہیں خواب ہی نہ ہو۔ بھلا کیا بات ہوئی۔ اتنی دشواریوں تمہیں قابو میں کیا اور پھر اس طرح آزاد بھی کر دیا۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"یہ آزادی ہے....؟" اُس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں سوال کیا۔

"پتا نہیں کیا ہے؟ میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا....!"

"لہٰذا خاموش رہو۔!"

"اس سے کیا ہو گا....!"

"خواہ مخواہ زبان تو نہ تھکے گی۔!"

"اور ہم اسی طرح یہاں کھڑے رہیں گے۔!"

"آزاد تو ہیں۔!" عمران نے شانے سکوڑ کر کہا۔

"کوئی ڈھنگ کی بات سوچو....!"

"کہہ تو رہا ہوں کہ بس کسی طرف چل پڑنا چاہئے۔!"

"یہ تو ایک طرح سے جوا ہو گا۔ اچھی بات ہے تو پھر جوئے ہی کے سے انداز میں قسمت کیوں نہ آزمائی جائے....؟"

"وہ کس طرح....!"

"مغرب کی طرف سمندر ہے۔!" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "لہٰذا تین سمتوں کیلئے قرعہ اندازی کرلی جائے۔!"

"کرلو....!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

مرسیانا اپنی تین انگلیاں اُس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ "میں نے اپنے ذہن میں تعین کرلیا ہے کہ کون سی انگلی کس سمت سے تعلق رکھتی ہے تم اپنی انگلی ان میں سے کسی ایک پر رکھ دو۔!"

"ایسی بے وقوفی شاید ہی پہلے کبھی سرزد ہوئی ہو۔!" عمران نے اُس کی بیچ کی انگلی چھوتے ہوئے کہا۔

"جنوب....!" مرسیانا بولی۔

"پھر عمران نے گاڑی لاک کی تھی اور وہ جنوب کی طرف چل پڑے تھے۔ دور دور تک کوئی آدمی نہیں دکھائی دیتا تھا۔!"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔!" عمران چلتے چلتے رک کر بولا۔

"کون سی بات....؟"

"کیا میری گاڑی یہاں آسمان سے ٹپکی تھی....؟"

"کیا مطلب....؟"

"دور دور تک ٹائروں کے نشانات نہیں دکھائی دیتے۔ آخر یہ یہاں تک پہنچی کس طرح۔!"

"اوہ.... واقعی حیرت انگیز....!" وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"یہاں ہوا بھی زمین سے لگ کر نہیں چل رہی کہ ریت اڑ اڑ کر نشانات پر بیٹھ گئی ہو ورنہ کہیں اڑ رہی ہے ریت۔!"

"اس وقت تو نہیں اڑ رہی ہے۔!"

"اور پھر دوسری بات.... یہاں دور دور تک اسی طرح ریت بچھی ہوئی ہے۔ اسی جگہ کیوں پھنسی ریت میں کہیں اور کیوں نہیں پھنسی....!"

"اب ان سب باتوں سے کیا فائدہ... ہوا ہوگا کچھ....!"

"نہیں.... یہ سوچنے کی بات ہے۔!"

"اچھا تو تم سوچو....!" وہ چڑ کر بولی۔ "میں آگے جا رہی ہوں۔!"

"ٹھہرو... ٹھہرو... کہیں تم بھی ریت میں نہ دھنس جانا!" عمران ہاتھ ہلاتا ہوا اُس کے پیچھے لپکا۔



عمران کے ماتحت باری باری سے مرسیانا کی نگرانی کرتے رہے تھے اور اُس شام کو جب عمران اس کے ساتھ ہوٹل روڈنیک والے کمرے میں داخل ہوا تھا تو یہ واقعہ سارجنٹ نعمانی کے علم میں آگیا تھا کیونکہ اُس دن وہ صبح ہی سے مرسیانا کی نگرانی کر تا رہا تھا۔ لہٰذا جب وہ کاچاک کے تھانے میں طلب کی گئی تو وہ اُس کا تعاقب کرتا ہوا وہاں تک پہنچا تھا اور پھر جب وہ عمران کے ساتھ تھانے سے برآمد ہوئی تو نعمانی تعاقب کے سلسلے میں اور زیادہ محتاط ہو گیا۔ یعنی اب اُس کی کوشش اسی کے لئے تھی کہ کم از کم عمران کی نظر اُس پر نہ پڑنے پائے اور اُسے یقین تھا کہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا ہے۔

بہر حال کمرے کے بند دروازے پر اُس کی نظر جمی ہوئی تھی۔ دو گھنٹے گزر گئے لیکن کوئی بات نہ ہوا۔ پھر اُسے ایک سیاہ فام غیر ملکی دکھائی دیا جس نے دروازے پر دستک دی تھی۔ نعمانی نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ جب سے مرسیانا کی نگرانی شروع ہوئی تھی یہ پہلا آدمی تھا جس نے اُس کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی اور اُس کے لئے دروازہ کھول بھی دیا گیا تھا۔ اُس کے داخل ہو جانے پر دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ اسی طرح مزید ایک گھنٹہ گزر گیا اور

دوسرے اچنبھے سے دوچار ہونا پڑا۔ کسی ہسپتال کا ایک ڈاکٹر دو ایسے افراد کے ساتھ اسی دروازے پر آرکا جنہوں نے ایک اسٹریچر بھی اٹھا رکھا تھا۔ ڈاکٹر نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا اور وہ تینوں اسٹریچر سمیت اندر چلے گئے۔ کچھ وقت اور گزرا۔ اب کے دروازہ کھلا تو ڈاکٹر کے دونوں ساتھی کسی کو اسٹریچر پر اٹھائے ہوئے برآمد ہوئے۔ بوڑھا آدمی تھا۔ چہرے پر گھنی سفید داڑھی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ سر پر اس طرح پٹیاں باندھی گئی تھیں جیسے سر زخمی ہو۔ مرسیانا اور سیاہ فام غیر ملکی بھی باہر آگئے تھے۔ ڈاکٹر اسٹریچر کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور مرسیانا دروازہ مقفل کرنے لگی۔ لیکن عمران کہاں تھا؟ اگر وہ اُسی کمرے میں تھا تو دروازہ کیوں مقفل کیا جا رہا تھا۔ اوہ تو کیا..... وہ بوڑھا مریض؟ نعمانی کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔

دروازہ مقفل کر دینے کے بعد وہ دونوں بھی مریض کے اسٹریچر کی طرف لپکے تھے۔ نعمانی ہچکچاہٹ کے ساتھ آگے بڑھا اور سڑک پر پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ مریض کے اسٹریچر کو ایک ایمبولینس گاڑی پر چڑھایا جا رہا ہے۔ وہ اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب اس کا وقت نہیں تھا کہ وہ جولیانافٹنر واٹر کو فون پر اس وقوعے کی اطلاع دیتا۔ بس ایمبولینس گاڑی کے تعاقب کی ٹھان لی۔

گاڑی بھی عجیب وضع کی تھی۔ اس سے قبل اس قسم کی بناوٹ والی گاڑی اُس کی نظر سے نہیں گزری تھی۔

اگر اس پر سرخ صلیب کا نشان بھی موجود نہ ہوتا تو اُسے ایمبولینس گاڑی ہی تسلیم کرنے کو دل نہ چاہتا۔

بہر حال اُس نے اُس گاڑی کا تعاقب شروع کر دیا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد سوچنا پڑا کہ شہر کی آبادی سے باہر کون سا ہسپتال ہو سکتا ہے۔ کیونکہ گاڑی شہر کے باہر جا رہی تھی۔ نعمانی سوچ رہا تھا کہ اس سے زبردست غلطی ہوئی۔ اگر موٹر سائیکل کی بجائے وہ سائیکو مینشن کی کوئی کار لے آیا ہوتا تو اس وقت اس دشواری میں نہ پڑتا۔ سائیکو مینشن کی ساری گاڑیوں پر ٹرانس میٹر لگے ہوئے تھے۔ وہ بہ آسانی اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر سکتا۔

ایمبولینس گاڑی شہر سے کئی میل دور نکل آئی تھی۔ یہی نہیں بلکہ اب اس کی رفتار بھی بہت بڑھ گئی تھی۔ نعمانی سوچ رہا تھا کہ اب اگر کہیں وہ کسی کچے راستے پر مڑ گئی تو ان لوگوں کا تعاقب کا م بھی ہو جائے گا۔

کچھ دیر بعد یہی ہوا بھی..... گاڑی مغرب کی جانب ایک کچے راستے پر مڑ گئی لیکن تعاقب جاری رہا۔ البتہ نعمانی بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ موٹر سائیکل کا وہ نہ صرف ایکسپرٹ تھا بلکہ کئی

طرح کی رائیڈنگ کے کرتب بھی دکھا سکتا تھا۔ فوجی زندگی کے دوران میں اس نے کئی اعزازات بھی حاصل کئے تھے۔ اس سلسلے میں اس وقت وہی مہارت اُس کے کام آرہی تھی۔ ورنہ یہ راہ ایسا نہیں تھا جس پر موٹر سائیکل تیز رفتاری سے چلائی جاسکتی۔ البتہ اُسے اُس ایمبولینس گاڑی پر نوعیت پر حیرت تھی۔ کیونکہ وہ اس ناہموار راستے پر بھی اسی طرح چل رہی تھی جیسے کسی پرسکون سمندر کی سطح پر تیر رہی ہو۔ دراصل اُس کے پہیئے زمین سے لگ ہی نہیں رہے تھے۔ زمین کی سطح سے قریباً ایک یا ڈیڑھ فٹ کی بلندی پر گویا پرواز کررہی تھی۔

نعمانی کو یقین تھا کہ اب انہیں علم ہوگیا ہوگا کہ اُن کا تعاقب کیا جارہا ہے۔ اُس کی دانست میں شائد اُن لوگوں نے یہی معلوم کرنے کے لئے گاڑی کچے راستے پر موڑی تھی کہ تعاقب تو نہیں کیا جارہا۔ بہرحال وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔

اچانک ریتیلی زمین شروع ہوگئی اور اُسے کچھ اور محتاط ہوجانا پڑا۔ لیکن ایمبولینس گاڑی یہاں بھی زمین کی سطح سے کسی قدر بلندی پر تیر رہی تھی اور پھر ایک جگہ موٹر سائیکل نے آگے بڑھنے سے انکار ہی کردیا۔ اگلا پہیہ ریت میں دھنس گیا تھا۔

نعمانی نے بے بسی سے دونوں پیر ریت پر ٹکا دیئے۔ ایمبولینس گاڑی برابر آگے ... جارہی تھی۔ موٹر سائیکل کے ہیڈ لیمپ کی روشنی اس کے پچھلے حصے پر پڑ رہی تھی۔ نعمانی بے بس بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔

سمندر یہاں سے دور نہیں تھا اور پھر وہ اچھل پڑا۔ ایمبولینس گاڑی سمندر کی پرشور لہروں میں گھستی چلی گئی تھی اور..... اور نعمانی نے اُسے پانی میں غرق ہوتے دیکھا۔ ہولنا ... روشنی تیز کردی۔ ایمبولینس گاڑی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ موٹر سائیکل سے اتر کر وہ ساحل کی جانب دوڑتا چلا گیا۔ موٹر سائیکل ریت پر گر گئی اور اس کا انجن چلتا رہا۔

ایمبولینس گاڑی سچ مچ غرق ہوگئی تھی۔ یہ فریب نظر نہیں تھا۔ نعمانی کے جسم سے ٹھنڈا پسینہ چھوٹتا رہا۔ اُسے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے اب اُس جگہ سے جنبش بھی نہیں کرسکے گا۔ پتا نہیں کتنی دیر تک اسی طرح کھڑا رہا۔

پھر چونک کر موٹر سائیکل کی طرف دوڑ لگائی۔ اُس کا انجن بدستور اسٹارٹ تھا۔ بڑی بدقت ریت سے نکالا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔ آندھی اور طوفان کی طرح شہر کی طرف روانہ ہوئی تھی۔ پھر اُسے ہوش نہیں کہ کتنی دیر میں شہر پہنچا تھا اور کب جولیانافٹنر واٹر کو اس واقعے کی اطلاع دی تھی۔ ان دنوں پھر جولیا ان کے اور ایکس ٹو کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔

بس پھر ایکس ٹو کی پوری ٹیم حرکت میں آگئی۔ بلیک زیرو تک رانا پیلس سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت ایک مخصوص وضع کی گاڑی اُس کے استعمال میں تھی جس کے ایک خاص مواصلاتی نظام کے تحت وہ ایکس ٹو کے ماتحتوں سے رابطہ رکھ سکتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے ایکس ٹو کی آواز میں جولیا سے رابطہ قائم کیا۔

"یس سر....!" ٹرانس میٹر کے ریسیور سے جولیا کی کپکپاتی ہوئی سی آواز آئی۔

"نعمانی اُس جگہ کی صحیح نشاندہی کر سکا ہے یا نہیں جہاں وہ ایمبولینس گاڑی غرق ہوئی تھی۔"

"مجھے علم نہیں جناب.... میں تو عمران کی وہ گاڑی تلاش کر رہی ہوں جو اس نے رونیک ہوٹل کے پارکنگ لاٹ پر کھڑی کی تھی۔!"

"اوہ تو کیا وہ بھی غائب ہے۔!"

"جی ہاں....!"

"رونیک کا وہ کمرہ دیکھا گیا یا نہیں جس میں مرسیانا مقیم تھی۔!"

"دیکھ لیا گیا جناب.... وہاں سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے جارہے ہیں۔ مرسیانا ہوٹل کا حساب بے باق کر کے گئی ہے۔!"

"نعمانی کہاں ہے....؟"

"ساحل کی طرف جانے والی پارٹی کے ساتھ ہے۔!" جولیا کی آواز آئی۔

"کیا نعمانی اُن چاروں کو شناخت کر سکے گا....؟"

"جی ہاں.... اُسے ان کی شکلیں یاد ہیں۔!"

"ٹھیک ہے.... عمران کی گاڑی کا سراغ ملنے پر مجھے اطلاع دینا۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"اوور.... اینڈ آل....!" کہہ کر بلیک زیرو نے سوئچ آف کر دیا۔

عمران کے ماتحت اُسے رانا پیلس کے منتظم کی حیثیت سے جانتے تھے۔ اور وہ "طاہر صاحب" کہلاتا تھا۔ لہٰذا وہ اس بھاگ دوڑ میں اُن کا شریک تو نہ ہوسکتا۔ لیکن اُسے بہرحال تشویش تھی۔ کیونکہ وہ عمران کی اصل حیثیت سے واقف تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے سر سلطان کو بھی اس واقعے کی اطلاع دی پھر سر سلطان ہی کے توسط سے یہ خبر آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل تک پہنچی۔

"بڑی عجیب بات ہے....!" فون پر دوسری طرف سے آواز آئی۔ "بڑی عجیب بات ہے۔ جس علاقے کی تم بات کر رہے ہو وہاں نیوی کی ایک ٹیم پہلے ہی سے سرگرم عمل ہے۔!"

"کیوں....؟" سر سلطان نے پوچھا۔

"نیوی کے آلات نے کسی نامعلوم سب میرین کی نقل و حرکت ریکارڈ کی ہے اور نقل و حرکت کا علاقہ وہی ہے جس کا تم نے ابھی ذکر کیا ہے۔!"

"واقعی بڑی عجیب بات ہے۔!"

"اگر وہاں کوئی ایمبولینس غرق ہوئی ہوتی تو اس تگ و دو کے دوران میں نیوی کی پارٹی نے اس کا سراغ ضرور پالیا ہوتا۔!"

"لیکن ایک بات قابل غور ہے۔!" سر سلطان نے کہا۔ "ایمبولینس گاڑی نیوی کی پارٹی کے حرکت میں آنے سے قبل غرق ہوئی یا بعد میں۔!"

"میں نہیں سمجھا....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میرے جس آدمی نے گاڑی کو سمندر میں غرق ہوتے دیکھا ہے اس کے بیان کے مطابق اُس وقت وہاں دور دور تک سناٹا تھا۔ دور دور تک کوئی ایسی پارٹی موجود نہیں تھی جس کا ذکر ابھی تم نے کیا ہے۔!"

"کیا تمہارا آدمی گاڑی کے غرق ہونے کے وقت کا تعین کر سکے گا۔!"

"قطعی.... اُس وقت دس بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔!"

"گڈ گاڈ....!" دوسری طرف سے حیرت زدہ سی آواز میں کہا گیا۔ "ٹھیک یہی وقت نیوی والوں نے بھی ریکارڈ کیا ہے۔!"

"تو پھر وہ سڑک پر دوڑنے والی چیز حقیقتاً سب میرین ہی رہی ہو گی۔!" سر سلطان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو... میں نے یہ تو نہیں کہا۔!" دوسری طرف سے جھنجھلاہٹ زدہ غراہٹ سنائی دی۔

سر سلطان نے ہنس کر کہا۔ "آپے سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہو سکتا ہے اس وقت ایئر فورس والے ریڈیو مریخ کی نشریات ریکارڈ کر رہے ہوں۔!"

دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

بہر حال صبح تک اُس ایمبولینس گاڑی کی تلاش جاری رہی لیکن اُس کا سراغ نہ مل سکا۔

پھر ایکس ٹو کے ماتحت سائیکو مینشن کی طرف پلٹ آئے۔ نیند سے اُن کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔

جولیا نے فون پر ایکس ٹو (بلیک زیرو) کو رپورٹ دی۔ اُس کی عدم موجودگی میں اُس نے سائیکو مینشن کے آپریٹر کو اپنے اُس فون کے نمبر لکھوا دیئے تھے جس پر جولیا کو رپورٹ دینی تھی۔

"کوئی سراغ نہیں مل سکا جناب۔!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔ "کئی میل تک سمندر کی تہہ چھانی گئی ہے۔ نیوی کی ایک ٹیم وہاں پہلے ہی سے سرگرم عمل تھی۔"

"نعمانی کہاں ہے....؟"

"آئیڈنٹی کاسٹ ایکوپمنٹ کے انچارج کو اُن چاروں کے حلیئے بتا رہا ہے۔!"

"اگر وہ غرق ہو چکے ہیں تو پھر کیا فائدہ....؟"

"وہ اس ایمبولینس گاڑی کا تعاقب کر چکا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ وہ غرق نہیں ہو سکتی۔!" جولیا نے کہا۔

"تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"اُس کا بیان ہے کہ پختہ سڑک چھوڑ دینے کے بعد وہ سطح زمین سے قریباً ایک فٹ اونچی چلتی رہی تھی۔!"

"یہ اُس کا واہمہ بھی ہو سکتا ہے۔!"

"کچھ بھی ہو.... عمران نہیں مر سکتا۔ ہرگز نہیں۔!" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ نہ جانے کیوں وہ ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر اُسے یقین دلانا چاہتی تھی کہ عمران نہیں مر سکتا۔

دوسری طرف سے مزید کچھ کہے بغیر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

وہ چند لمحے ریسیور کو ہاتھ میں لئے گھورتی رہی پھر کریڈل پر رکھ کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔ عجیب سا طوفان سینے سے اٹھ اٹھ کر حلق میں گھٹ رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور لڑکھڑاتی ہوئی کرسی کی طرف بڑھی۔ حلق میں گھٹ گھٹ کر رہ جانے والا طوفان اب ہچکیوں اور سسکیوں کی شکل میں اُمنڈ پڑا تھا۔

پھر اُسے ہوش نہیں وہ کتنی دیر تک میز پر سر ٹکائے روتی رہی تھی۔

دوسری طرف سے آئیڈنٹی کاسٹ کے ماہرین اُن چاروں کی تصاویر مکمل کرنے کی کوشش کر رہے تھے جن کے حلیئے نعمانی نے بتائے تھے۔ بہرحال سائیکو مینشن اس وقت ایک ایسی بہت بڑی مشین معلوم ہو رہی تھی جس کا ہر پرزہ اپنی اپنی جگہ سرگرم عمل تھا۔



وہ ساحل سے قریباً ایک میل تک آگے بڑھ آئے تھے۔ لیکن کہیں کوئی تیسرا آدمی نہ دکھائی دیا۔ ریتلی زمین کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور یہاں سے چڑھائی شروع ہوئی تھی اور یہ چڑھائی نا ہموار سر سبز تھی۔ اوپر پام کے درختوں کی ایک قطار بھی دکھائی دے رہی تھی۔

"کیا ہم پاگل ہو گئے ہیں۔!" دفعتاً مرسیانا رک کر بولی۔

"نہیں صرف... اس حد تک بگڑے ہیں کہ اظہار کیلئے مناسب الفاظ نہیں منتخب کر سکتے۔"

"کیا مطلب.....!" مرسیانا اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"پاگل نہیں ہوگئے..... بلکہ بھوکے ہیں۔!" عمران کراہا۔

"مجھ میں تو اب چلنے کی سکت نہیں رہی۔!"

"تو پھر تم یہیں بیٹھو... میں اوپر جارہا ہوں۔!" عمران چڑھائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"ہرگز نہیں تم مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔!"

"تمہیں کاندھے پر بٹھا کر بھی نہیں چل سکتا۔!"

پھر وہ احتجاج ہی کرتی رہ گئی اور عمران چھلانگیں مارتا ہوا اوپر چڑھنے لگا تھا۔

ناریل کے درختوں کے جھنڈ کے قریب رک کر مڑا۔ مرسیانا یہاں سے صاف دکھائی دے رہی تھی۔ عمران نے دونوں ہاتھ ہلا کر اُسے اپنی تقلید کا اشارہ کیا لیکن وہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

عمران پھر دوسری طرف مڑ گیا۔ یہاں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آرہا تھا۔ لیکن روئیدگی گھنی نہیں تھی۔ پھر بھی آگے بڑھنے کے لئے اُسے کسی پگڈنڈی کی تلاش تھی لہٰذا وہ بائیں جانب مڑ اور ناریل کے درختوں کے درمیان کنارے ہی کنارے چلنے لگا اور پھر جلد ہی اُسے ایک پگڈنڈی بھی مل گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ آس پاس کوئی آبادی ضرور موجود ہے۔ لیکن عمران اُس پگڈنڈی پر چل پڑنے کی بجائے اُسی راستے پر آگے بڑھتا رہا تھوڑی ہی دیر بعد ایک اور پگڈنڈی دکھائی دی۔ اُس پگڈنڈی کی سیدھ میں وہ ساحل کی طرف مڑا۔ پگڈنڈی نشیب میں اترتی چلی گئی اور ساحل یہاں سے اتنا دور نہیں تھا جتنا اُس جگہ سے تھا جہاں سے وہ چڑھائی پر آیا تھا۔ اس پگڈنڈی کی سیدھ والا ساحلی حصہ اسے ویران اور بے کار نہیں لگ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے استعمال کیا جاتا ہو۔ ہر چند کہ اس وقت وہاں کوئی کشتی بھی موجود نہیں تھی لیکن نہ جانے

اُسے ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی کشتی نے ساحل چھوڑا ہو۔ اپنے اس تاثر کی تصدیق کرنے کے لئے وہ پھر نیچے اترنے لگا۔ اس حصے سے اُسے مرسیانا نہیں دکھائی دی تھی۔ ریت کا کوئی قطعہ پار کئے بغیر وہ ساحل تک پہنچ گیا.... اور پھر اُسے اس کا ثبوت بھی مل گیا کہ اس حصے کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بیئر کے تین خالی ڈبے اور سگریٹوں کے جلے ہوئے ٹکڑے وہاں آدمی کی موجودگی کا اعلان کر رہے تھے۔

وہ پھر چڑھائی کی طرف مڑا اور ٹھٹک کر رہ گیا۔ جہاں سے نیچے اُترا تھا۔ ٹھیک اسی جگہ کوئی کھڑا دکھائی دیا۔ عمران نے تیزی سے قدم بڑھائے تھے۔ لیکن کچھ دور چلنے کے بعد سخت مایوس ہوئی۔ کیونکہ یہاں سے وہ اُسے اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ وہ مرسیانا تھی جو اب ہاتھ بھی ہلا رہی تھی۔

"بالآخر تمہیں آنا ہی پڑا....!" عمران اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

"تم یہ سب کیا کرتے پھر رہے ہو۔!"

"سمندر سے تلی ہوئی مچھلیاں حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔!"

"تم مجھے چھوڑ بھاگنے کے چکر میں ہو۔ میں خوب سمجھتی ہوں۔!"

"تم سے تو خدا ہی سمجھے گا۔ کیا نیوزی لینڈ میں مجھ جیسے نہیں پائے جاتے۔!"

"بکثرت پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ تمہاری طرح دلآویز نہیں ہوتے۔!"

"دلآویز بھی شرط ہے بیوقوفی کے لئے۔!" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"میں کہتی ہوں.... کھانے کے لئے کچھ تلاش کرو۔!"

"چلو....!" عمران نے پگڈنڈی کی طرف اشارہ کیا۔

"اگر کسی اور مصیبت میں پھنس گئے تو....؟" اس نے عمران کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"ابھی تک تم سے بڑی کوئی مصیبت مجھ پر نہیں پڑی۔!"

"میں مصیبت ہوں۔!"

"تم آخر میری ہی گردن میں کیوں جھول گئی تھیں وہاں اور لوگ بھی تو تھے۔!"

"جس معاملے کا مجھے ہوش نہیں تھا۔ اُس کے بارے میں کچھ نہ کہو۔!"

"بہت بہتر.... آگے بڑھو....!" اُس نے اُسے پگڈنڈی کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

مرسیانا کے انداز سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے طوعاً و کرہاً چل پڑی ہو۔

"پتا نہیں اب کہاں جا پھنسیں....!" وہ کچھ دیر بعد بولی۔

"میرا خیال ہے کہ اب زیادہ عقلمند بننے کی ضرورت نہیں۔!"

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ مجھے یہ دن ہمیشہ یاد رہیں گے۔!"

"یعنی ابھی تمہیں امید ہے کہ تم نیوزی لینڈ واپس پہنچ جاؤ گی۔!"

"خدا جانے۔!"

"بس ہوشیاری سے چلتی رہو۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم بھی پُر امید ہو۔!"

"مشینیں پُر امید ہونا نہیں جانتیں۔ وہ یا تو چلتی ہیں یا چپ چاپ کھڑی رہتی ہیں۔!"

"تمہارے پاس الفاظ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔!"

"مشینیں بے آواز نہیں چلتیں۔!"

"تم واقعی پاگل معلوم ہوتے ہو۔!"

"معلوم ہونا اور بات ہے اور ہونا اور بات۔ میں صرف اول درجے کا بیوقوف ہوں۔!"

"میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ خود کو بیوقوف کہنے والے بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔!"

"اُن بزرگوں کے زمانے میں ہوتے ہوں گے۔ آج کل کے بیوقوف خالص بیوقوف ہوتے ہیں۔!"

"پگڈنڈی کی دونوں جانب ایک یا ڈیڑھ فٹ اونچی روئیدگی کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان ناریل کے درختوں کے علاوہ اور کوئی درخت ابھی تک نہیں دکھائی دیا تھا۔ اونچے ہے۔ پگڈنڈی اتنی کشادہ نہیں تھی کہ برابر سے چل سکتے مرسیانا آگے تھی۔

"آخر کب تک اور کہاں تک چلیں گے۔" وہ رک کر عمران کی طرف مڑتی ہوئی بولی اور عمران اُس سے ایک فٹ کے فاصلے پر رک گیا۔ اُس کی آنکھوں میں فکرمندی کے آثار پائے جاتے تھے۔

"مم۔۔۔ میں۔۔۔۔!" وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"یہ خواب نہیں معلوم ہوتا۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔؟"

"شروع ہی سے سوچتا رہا ہوں کہ کسی مرحلے پر بوکھلا کر آنکھ کھل جائے گی۔۔۔۔ للّٰہ لیکن اب یہ خواب نہیں معلوم ہوتا۔!"

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اچانک عمران پُر مسرت لہجے میں بولا۔ "وہ دیکھو۔۔۔۔ اُدھر۔!" اور پھر مرسیانا اُدھر مڑی ہی تھی کہ بے اختیار چیخ پڑی۔ بائیں جانب تھوڑے ہی فاصلے پر عجیب الخلقت آدمی ہاتھوں میں وزنی موگریاں لئے کھڑے تھے۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے

بھی ناریل کے درختوں ہی کی طرح زمین سے اُگ آئے ہوں۔

مریانا دوسری چیخ کے ساتھ ہی عمران سے لپٹ گئی تھی۔

"مجھے تو یہ ماقبل تاریخ کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ بالکل گوریلوں کی طرح کمر پر جھکائے کھڑے ہیں۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

"بھاگو.....!" مریانا نے اُسے جھنجھوڑ کر کہا۔ "وہ اسی طرف آرہے ہیں۔!"

"آنے دو..... میں انہیں قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر آدم خور بھی ہوئے تو تمہاری اچھی قیمت ادا کریں گے۔!"

"خدا کے لئے بھاگو.....!" وہ گھگھیائی۔

لیکن عمران پر اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر وہ اسے دھکا دے کر خود اُسی جانب بھاگ کھڑی ہوئی جدھر سے آئی تھی۔

شائد عمران اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ لڑکھڑا کر دائیں جانب جا گرا اور پھر اُس نے دیکھا کہ وہ دونوں اُس کی طرف توجہ دینے کی بجائے مریانا کے پیچھے دوڑے جارہے ہیں۔ عمران اٹھ کر اُن کے پیچھے دوڑنے لگا۔ پھر اُس نے محسوس کیا کہ وہ دونوں زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتے تھے ویسے بھی وہ خاصے بھاری بھر کم تھے۔ عمران ذرا ہی سی دیر میں اُن کے قریب پہنچ گیا۔ مریانا اُن سے بہت دور دوڑی جارہی تھی۔

عمران نے پیچھے والے کی ٹانگوں میں اپنی ٹانگ الجھائی ہی تھی کہ وہ دھڑام سے اوندھے منہ نیچے جاپڑا۔ اس نے اُس کے اوپر سے جست لگا کر دوسرے کو بھی جالیا جو اپنے ساتھی کے حشر سے بے خبر مریانا کے پیچھے دوڑا جارہا تھا۔ عمران نے اُس کے ساتھ بھی وہی حرکت کی اور وہ بھی اپنے ساتھی ہی کے حال کو پہنچ گیا۔ وہ اُسے بھی پھلانگتا ہوا مریانا کے پیچھے دوڑنے لگا اور جلد ہی اُس تک پہنچ گیا کیونکہ وہ بہر حال اُس سے زیادہ تیز تو نہیں دوڑ سکتی تھی۔

"ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ یہ کیا بدحواسی ہے۔" اس نے کہا اور مریانا رک کر اُس کی طرف مڑی۔ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

"کک..... کیا ہوا.....!"

"وہ خاصے پیچھے رہ گئے ہیں۔"

"کک..... کیسے.....؟" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"مجھے نظر انداز کر کے دونوں تمہارے پیچھے دوڑ پڑے تھے۔ ٹانگیں مار مار کر انہیں گرا آیا ہوں۔"

"ساحل ہی کی طرف نکل چلو۔ پتا نہیں اور کتنے ہوں۔" مرسیانا گھگھیائی۔

اچانک عقب سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کچھ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہوں۔

دونوں چونک کر آوازوں کی سمت متوجہ ہوگئے۔ یہ آوازیں اُدھر ہی سے آ رہی تھیں جدھر سے وہ دوڑتے ہوئے آئے تھے۔ اور یہ آوازیں مردانہ تھیں اور اتنی بھاری تھیں جیسے [illegible] بھینسوں نے آدمیوں کی طرح رونا شروع کر دیا ہو۔ مرسیانا حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھے جا رہی تھی۔

"مجھے تو وہی دونوں معلوم ہوتے ہیں چلو دیکھیں۔!"

"دماغ تو نہیں چل گیا.... اب میں ادھر واپس جاؤں گی۔!"

"وہ زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتے۔ بالکل گوریلوں کی طرح ٹانگیں خمیدہ کر کے چلتے ہیں۔!"

"وہ دو ہی تو نہ ہوں گے....؟"

"تو پھر تم تنہا کہاں جاؤ گی۔!"

"اس کا مطلب ہوا کہ تم میرا کہنا نہیں مانو گے۔!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہر نئی چیز کے لئے میری بے تابی بڑھ جاتی ہے۔ ماقبل تاریخ کے ان آدمیوں کو قریب سے ضرور دیکھوں گا۔!"

"اگر آدم خور ہوئے تو....؟"

"تب تو یہ بھی دیکھ سکوں گا کہ وہ آدمی کا گوشت کس طرح کھاتے ہیں۔!"

"خدا کے لئے نیچے چلو.... میں تمہیں ایک خاص بات بتاؤں گی۔ مم... میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!"

"کیا مطلب.... کون سی خاص بات....!" عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"نیچے چلو....!" وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر نشیب کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔

"بھوک کے مارے میرا دم نکل رہا ہے۔!"

"میری بھوک مر گئی ہے۔ پہلے میری بات سن لو....!"

"چلو....!" عمران مردہ سی آواز میں بولا اور اُس کے ساتھ گویا گھسٹنے لگا۔ اس طرح وہ ساحل تک آگئے اور مرسیانا ایک جگہ بیٹھ گئی۔ عمران کھڑا اُسے مستفسرانہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

"میں نیوزی لینڈ کی باشندہ نہیں ہوں۔!" وہ کچھ دیر بعد اُس سے نظر ملائے بغیر بولی۔

"یہ بات تم مجھے اوپر ہی بتا سکتی تھیں بھلا مجھے اس سے کیا سروکار کہ تم نیوزی لینڈ کی

سوازی لینڈ کی۔!"

"مطلب یہ کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھتے ہو۔!"

"میں ابھی تک کچھ سمجھا ہی نہیں ہوں۔!"

"میں تمہاری دشمن ہوں....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"وہ بھی ظاہر ہے۔!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "ورنہ اس ویرانے میں بھی میرا دماغ کیوں چاٹ رہی ہوتیں۔!"

"تم سمجھتے کیوں نہیں۔!"

"سمجھ گیا۔!"

"کیا سمجھ گئے....؟"

"یہی کہ تم میری دشمن ہو اسی لئے مجھے بھوکا مار دینا چاہتی ہو۔!"

"اور پر تم خود کھا لئے جاتے۔!"

"بھوک اسی اسٹیج پر پہنچ گئی ہے کہ اگر کھانا نہیں ملتا تو کوئی خود مجھے ہی کھا جائے۔!"

"یہاں شائد اُن ہی لوگوں کی آبادی ہے۔!"

"اور وہ بیئر اور سگریٹ بھی پیتے ہیں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اٹھو.... ادھر آؤ.... اور یہ دیکھو....!"

عمران نے اُسے بیئر کے خالی ڈبے اور سگریٹوں کے ٹکرے دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ بیئر اور سگریٹ ہم دونوں نے نہیں پیے تھے۔!"

"خدا جانے کیا چکر ہے لیکن میں بڑے جنجال میں پھنس گئی ہوں۔!"

"وہ تو ظاہر ہے۔!"

"آخر تم خود کو سمجھتے کیا ہو....؟" وہ پھر جھنجھلا گئی۔

"تم نے ابھی تک سمجھانے کی کوشش ہی نہیں کی۔!"

"میں دعویٰ کر کے آئی تھی کہ تم سے تصویر کا نگیٹو حاصل کر لوں گی اور اپنے طور پر کام کر رہی تھی۔!"

"تم دعویٰ کر کے کہاں سے آئی تھی۔!"

"تمہارے ہی شہر سے۔!"

"اچھا تو پھر.....!"

"اسی لئے تمہاری گردن میں جھول گئی تھی۔!"

"تو وہ سب کچھ محض ڈرامہ تھا۔!"

"یہی سمجھ لو.....!"

"اب کچھ سمجھنے یا نہ سمجھنے سے کیا فائدہ.....!"

"پھر بھی میں تمہیں سب کچھ بتا دینا چاہتی ہوں۔!"

"جتنی جلد ممکن ہو بتادو.....!"

"شائد تم یقین نہ کرو.....!"

"تم اس کی پرواہ مت کرو.....!"

"میں نہیں جانتی کہ یہ سیاہ فام لوگ کون ہیں جنہوں نے ہمیں پکڑا تھا۔!"

"بات وہاں سے شروع ہونی چاہئے جہاں ہم کافی پی کر بے ہوش ہوئے تھے۔!" عمران نے کہا

"چلو یونہی سہی.....کافی میں بے ہوشی کی دوا میں نے ڈالی تھی اور پوز کیا تھا کہ مجھ پر بھی بے ہوشی طاری ہو رہی ہے۔!"

"ہاں.....میں نے دیکھا تھا پہلے تم ہی بے ہوش ہوئی تھیں اور میں تمہاری خبر لینے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ خود بھی گر پڑا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔!"

"بہر حال میں بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ بے ہوشی پوز کی تھی۔ ساتھیوں کو پہلے ہی سے علم تھا کہ ایسا ہونا ہے۔ تمہارے بے ہوش ہو جانے کے بعد میں نے انہیں فون پر اطلاع دی۔ پھر تھوڑی دیر بعد ایک سیاہ فام آدمی آیا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بے ہوشی ہی کی حالت میں اُس نے تم پر ایک بوڑھے آدمی کا میک اپ کیا۔ پھر ایک ڈاکٹر دو آدمیوں سمیت وہاں پہنچا۔ تم اسٹریچر پر ڈالے گئے اور ہم سب کمرے سے نکل کر ایک ایمبولینس گاڑی تک آئے۔ تمہارا اسٹریچر اُس پر رکھ دیا گیا مجھ سے بھی اُسی گاڑی میں بیٹھنے کو کہا گیا تھا۔ گاڑی روانہ ہو گئی اور تھوڑی دور چلنے کے بعد دو آدمیوں نے مجھے بے دست و پا کر دیا اور تیسرا کوئی سیال میرے بازو میں انجیکٹ کرنے لگا۔ میں بوکھلا گئی اور بے ہوش ہونے سے قبل مجھے احساس ہو گیا کہ میرے ساتھیوں کے بجائے کسی اور نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا ہے۔!"

"تمہیں تو اُسی وقت ہوشیار ہو جانا چاہئے تھا جب ایک سیاہ فام آدمی تمہارے کمرے میں داخل ہوا تھا۔!" عمران نے کہا۔

"اوہ لیکن اُس نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ وہ بھی ہمی لوگوں سے متعلق ہے۔ اجنبی چہرہ دیکھ کر مجھے شک وشبہے میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔!"

"خیر تو پھر کیا ہوا.....!"

"پھر جو کچھ بھی ہوا اُس سے تم واقف ہی ہو۔ بس اتنا ہے کہ میں تم سے پہلے ہوش میں آئی تھی اور پھر تمہیں بھی جگانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ بہر حال میں قطعی نہیں جانتی کہ یہ سیاہ فام لوگ کون ہیں۔!"

"ہو سکتا ہے تمہارے ایسے ساتھی ہوں جنہیں تم نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو۔!"

"ناممکن! اگر میرے ساتھی ہوتے تو مجھے کیوں بے ہوش کرتے۔!"

"اگر تم سچ بول رہی ہو تو ایسا ہی ہوگا۔!"

"لیکن ٹھہرو.....!" وہ کچھ سوچتی ہوئی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "تم نے ٹی وی پر وہ فلم دیکھی تھی جس میں چند ہپیوں نے باؤل دے سوف والی پینٹنگ آگ میں جھونک دی تھی۔!"

"ہاں مجھے یاد ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں بھی اُن ہپیوں میں شامل تھی۔!"

"تم.....!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی اور وہ اُسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔

"ہاں اور وہ پینٹنگ میری موجودگی ہی میں جل کر بھسم ہوگئی تھی لیکن میں قطعی نہیں جانتی کہ اس واقعے کی تصویر کشی کب ہوئی اور کس نے کی۔!"

"بڑی عجیب کہانی سنائی ہے تم نے لیکن ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تم لوگ خود کیا بلا ہو؟"

"دیکھو میں شروع سے بتاتی ہوں۔!" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "ہپیوں کے ایک ٹولے سمیت تمہارے پڑوسی ملک میں آئی تھی۔ وہاں پولیس نے ہمارا تعاقب شروع کر دیا اور ہم غیر قانونی طور پر تمہارے ملک میں داخل ہو کر تتر بتر ہوگئے۔ میں تنہا رہ گئی تھی۔ تمہارے ملک میں ایک آرٹسٹ وان بروف نامی سے ملاقات ہوئی اور وہ میری کفالت کرنے لگا۔ یہ بھی ہپی ہی ہے اور ہپیوں کا ایک گروہ اس کے گرد جمع رہتا ہے۔ ان میں عورتیں بھی ہیں اور وان بروف انہیں اس بات کی ٹریننگ دیتا ہے کہ وہ کس طرح سرکاری افسروں سے مراسم بڑھا کر ان سے سرکاری راز حاصل کریں۔ لیکن تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس تمہاری تصویر موجود ہے۔!"

"اچھا.....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "تب تو میں بڑا خوش نصیب ہوں۔!"

"پوری بات سنو.....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"سس سناؤ....!" عمران ہکلا کر رہ گیا۔

"خواہ مخواہ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے متعلق سب کچھ جانتی ہوں اور تمہاری تصویر ہمارے پاس اس لئے موجود رہتی ہے کہ ہم تمہیں پہچان کر تم سے دور رہ سکیں۔"

"افسوس صد افسوس.... دور رہنے کے لئے تصویر رکھ چھوڑی ہے میری...!"

"ہمیں بتایا گیا تھا کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو۔ بہر حال وان بروف نے بادل سے ہونے والی پینٹنگ میک ہاور کے پاس سے اڑائی تھی.... اور اُسے آگ میں جھونک دیا تھا۔ پھر ہمیں اطلاع دی تھی کہ تمہارے پاس اس پینٹنگ کے فوٹو گراف اور نگیٹو بھی ہیں انہیں بھی کسی طرح حاصل کر کے ضائع کر دینا چاہئے۔ میں نے فوٹو گراف اور نگیٹو حاصل کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا اور تینوں ساتھیوں سے الگ ہو گئی تھی۔ یہ ہے میری کہانی اور اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔!"

"تم لوگوں نے وہ پینٹنگ ضائع کیوں کر دی۔!"

"میں نہیں جانتی اس کا علم شائد وان بروف کو ہو گا۔!"

"تو تم یہ بھی نہیں جانتیں کہ اس پینٹنگ کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی تھی۔!"

"یقیناً.... میں یہ نہیں جانتی۔!"

"بے حد عجیب کہانی سنائی ہے تم نے.... لیکن تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ پانچوں لوگ تمہارے ہی گروہ سے تعلق نہیں رکھتے۔!"

"سامنے کی بات ہے۔ اگر میرے گروہ سے متعلق ہوتے تو میں اس حال کو کیوں پہنچتی۔!"

"بہت نادان ہو.... ایسے گروہوں کے افراد محض آلہ کار ہوتے ہیں۔ اگر تم مر [illegible] کے کاز کو کیا نقصان پہنچے گا۔!"

"کچھ بھی نہیں۔!" وہ چونک کر بولی اور خوف زدہ آنکھوں سے اُسے دیکھنے لگی۔

"لہٰذا یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھی تمہارے گروہ سے متعلق نہیں ہیں۔ خیر! تم مجھے وان بروف کے بارے میں بتاؤ۔!"

"وہ ساجد پیٹرسن انٹر پرائزز کا جنرل منیجر ہے۔!"

"آرٹش ہے۔!"

"ہاں.... اُس نے مجھے یہی بتایا تھا۔!"

"وہ خود کس ملک کے لئے کام کر رہا ہے۔!"

"یہ بھی شائد ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔!"

"تمہارے گروہ میں کتنے افراد شامل ہیں۔!"

"غالباً بیس یا بائیس.....!"

"سوال یہ ہے کہ تم نے مجھے یہ کہانی سنائی ہی کیوں.....؟"

"میں بہت خوف زدہ ہوں۔ صحیح معنوں میں تمہاری ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ خود مجھے ایسے حالات سے گزرنا پڑے گا۔!"

"تم نے اب تک کتنے سرکاری افسروں سے رابطہ قائم کیا ہے۔!"

"کسی سے بھی نہیں.....وان بروف خود ہی کسی کو کسی کے پیچھے لگاتا ہے۔!"

"تو تم ابھی اناڑی ہو۔!"

"خدا جانے میں کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں.....؟"

"خیر.....تو اب تیار ہو جاؤ۔ ہم پھر اوپر چل رہے ہیں۔!"

"پھر وہی.....میں کہتی ہوں آخر تم سمجھتے کیوں نہیں۔ پتا نہیں یہ لوگ کون ہیں۔!"

"وہی لوگ ہمیں یہاں لائے ہیں اور کسی مقصد کے تحت لائے ہیں لہذا ہمیں خود ہی دیکھنا چاہئے کہ مقصد کیا ہے۔ تاکہ ہم بے خبری میں سچ مچ ہی نہ مارے جائیں۔!"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ ان خطرناک وحشیوں کی تعداد صرف دو ہی ہو گی.....؟"

"یہاں بیٹھے بیٹھے تو کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔!"

"ہم صرف اس لئے بچ گئے کہ وہ تیز نہیں دوڑ سکتے۔!"

"دراصل مجھے اُن پر ترس آرہا ہے۔ اپنی ناکامی پر کس بُری طرح رو رہے تھے بیچارے۔!"

"ہوسکتا ہے ہماری ہی طرح وہ بھی بھوکے ہوں۔!" مرسیانا جل کر بولی۔

"اسی لئے تو کہتا ہوں کہ کسی کی بھی تو بھوک مٹے.....چلو اٹھو.....!"

"میں تو ہرگز نہیں جاؤں گی۔ بھوکی مر جاؤں گی لیکن آدم خوروں کا نوالہ نہیں بنوں گی۔!"

"ہوسکتا ہے وہ سبزی خور ہوں.....اور انہیں محض کمپنی کی تلاش ہو۔!"

"تم جھک مارو جاکر میں نہیں جاؤں گی۔!"

"اور اگر یہاں آسمان سے کوئی نازل ہو گیا تو.....؟"

"میں اب کچھ نہیں بولوں گی۔!"

"دفعتاً عمران نے ہاتھ اٹھا کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کسی آواز کی طرف کان لگا دیئے۔

"کوئی موٹر بوٹ معلوم ہوتی ہے۔!" وہ آہستہ سے بولا۔

"کہاں....؟" وہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "میں نے تو آواز نہیں سنی۔!"

"ابھی دور ہے....!" عمران نے کہا اور چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا بولا۔ "یہاں تو ہم دیکھ لئے جائیں گے۔!"

"میں اوپر نہیں جاؤں گی۔!"

"دیکھو پچھتاؤ گی۔ اگر خود انہی لوگوں نے ہمیں گھیر گھار کر آدم خوروں کے حوالے کر دیا تو ہم کہیں چھپ بھی سکیں گے۔ یہاں اس چٹیل میدان میں دور سے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔!"

وہ طوعاً و کرہاً اُس کے ساتھ گھسٹنے لگی۔

عمران مڑ مڑ کر دیکھتے بھی جا رہا تھا لیکن موٹر بوٹ ابھی تک نہیں دکھائی دی تھی۔ البتہ ساحل کے پرسکون ہونے کی وجہ سے اب مرسیانا نے بھی اُس کی آواز سن لی تھی۔ وہ چڑھائی تک پہنچ گئے اور اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

"اُوہ.... ٹھہرو.... ادھر چلو....!" عمران بائیں جانب مڑتا ہوا بولا۔

یہاں کسی غار کا چھوٹا سا دہانہ نظر آیا تھا۔ دوسری طرف ایک چھوٹی سی چٹان سر اٹھائے کھڑی تھی۔ جس کی اوٹ میں آجانے کے بعد وہ ساحل سے نہیں دیکھے جا سکتے تھے۔

غار میں اُترنا مخدوش بھی ہو سکتا تھا لیکن اس چٹان کی اوٹ لے کر سینے کے بل لیٹ جاتے تو چڑھائی پر آنے والوں کی نظریں بھی نہ پڑسکتیں۔

"چلو.... ادھر لیٹ جاؤ۔!" عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

"کک.... کیا مصیبت ہے۔ اگر اوپر سے وہ دونوں آگئے تو....!" وہ منمنائی۔

"یہ سب دیکھنا میرا کام ہے.... تم فکر نہ کرو۔!"

اب موٹر بوٹ کے انجن کا شور واضح طور پر سنائی دے رہا تھا۔ لیکن وہ ایسی پوزیشن میں تھے کہ ساحل کی طرف نہیں دیکھ سکتے تھے۔ پھر انجن کا شور تھم گیا۔ گویا بوٹ لنگر انداز ہو چکی تھی۔

"اسی طرح چپ چاپ پڑی رہو۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ "سر بھی نہ اٹھانا۔!"

وہ بھی اُس کے قریب ہی زمین پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔

"اوپر کا بھی دھیان رکھنا....!" وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔

"میں ہوشیار ہوں۔!"

پھر وہ دم سادھے پڑے رہے تھے اور کچھ دیر بعد انہوں نے چڑھائی پر قدموں کی آہٹ سنی تھی۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہ دو افراد کے پیروں کی چاپ تھی اور پھر جب وہ اسی قدر

اونچائی پر پہنچ گئے تو اس نے انہیں بھی دیکھ لیا۔ انہوں نے اپنے کاندھوں پر وزنی تھیلے لاد رکھے تھے۔ وزن کا احساس ان کی چال سے ہوتا تھا۔ دونوں سیاہ فام تھے لیکن وہ سنگی گرز برداروں کی طرح ماقبل تاریخ کے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ ان کے جسموں پر جدید ترین ملبوسات تھے۔

دفعتاً عمران کو نئی سوجھی۔ ہاتھ بڑھا کر مرسیانا کا شانہ دبوچ لیا۔ وہ سسکاری لے کر پلٹی لیکن کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھلے کے کھلے رہ گئے اور آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ عمران نے شانے کی وہ مخصوص رگ دبائی تھی جس پر دباؤ پڑنے سے حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ پھر اس نے اُسے بحالت بے ہوشی اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور انہی دونوں کے پیچھے پیچھے چڑھائی پر چلنے لگا۔ وہ ایسی پوزیشن میں نہیں تھے کہ مڑ کر اس کی طرف دیکھ سکتے۔ لیکن اُس کے پیروں کی چاپ سن کر کسی قدر ٹھٹکے ضرور تھے۔ ادھر عمران کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بھی انہی کا ساتھی ہو۔

اوپر پہنچ کر دونوں اُس کی جانب مڑے اور پھر حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ عمران بھی احمقوں کی طرح اُن کی شکلیں تکتا رہا۔ لیکن وہ اُس سے کچھ کہے بغیر اُسی پگڈنڈی پر مڑ گئے جس پر سے عمران کچھ دیر قبل گزرا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہی دونوں گرز بردار وحشی پھر دکھائی دیئے۔ ہم سفر سیاہ فاموں نے بھی انہیں دیکھا لیکن بدستور چلتے رہے۔ عمران کنکھیوں سے انہیں دیکھے جا رہا تھا۔ اس بار وہ دونوں ان کی طرف بڑھے نہیں تھے۔ جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے۔

دونوں سیاہ فام خاموشی سے چل رہے تھے اور عمران نے بھی ابھی تک انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ڈھلان شروع ہو گئی۔ یہ ایک عجیب سی پیالہ نما وادی تھی۔ اونچے درختوں میں صرف ناریل کے درخت چاروں طرف بکھرے نظر آ رہے تھے۔ دوسری روئیدگی دو ڈھائی فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ وہ نشیب میں اترتے رہے۔ پھر اچانک عمران نے محسوس کیا کہ مرسیانا ہوش میں آ رہی ہے۔

"ارے.... ارے.... یہ کیا۔!" اس نے اُسے بڑبڑاتے سنا۔ لیکن خود خاموشی سے چلتا رہا۔

"ارے.... ارے.... اتارو مجھے۔!" وہ مچلنے لگی۔

"دونوں منہ کے بل گریں گے اور لڑھکتے چلے جائیں گے۔!" عمران نے کہا۔

"میں کہتی ہوں اتارو....!"

"اس کے لئے رکنا پڑے گا۔ رکے اور گرے۔ پتا نہیں کس طرح سنبھال رکھا ہے تمہیں۔!"

"تت.... تم نے.... میرا شانہ دبایا تھا۔!"

"بے ہوش کرنے کے لئے تاکہ تمہاری نقل و حمل میں دشواری پیش نہ آئے۔!"

"تو تم مجھے کہاں لے جارہے ہو....؟"

"آدم خوروں کے درمیان۔!"

دفعتاً وہ بُری طرح چیخنے لگی۔ "چھوڑو مجھے چھوڑو مجھے۔!"

ساتھ ہی مچل بھی رہی تھی۔ آگے چلنے والے دونوں سیاہ فام رک گئے۔ یہاں کسی قدر سخت زمین تھی اور وہ قدم جما سکتے تھے۔ عمران بھی رک گیا اور مرسیانا کو کاندھے ہی پر سنبھالے رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"یہ کیا ہے.... مسٹر....!" اُن میں سے ایک نے عمران سے سوال کیا۔

"تمہارے شانوں پر کیا ہے....؟" عمران نے بھی سوال ہی جڑ دیا۔

"یہ کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔!"

"یہ بھی میرے کھانے پینے کی چیز ہے۔!" عمران بولا۔

"تم اسے زبردستی کہیں سے اٹھالائے ہو۔!" دوسرے سیاہ فام نے پوچھا۔

"سیدھی طرح کون آتی ہے۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم نے غلطی کی ہے۔ ہم یہاں کسی عورت کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔!"

"کیا تم لوگ آسمان سے ٹپکے ہو....؟"

"کیا مطلب....؟"

"مطلب صاف ہے۔!"

"نہیں ہم مطلب ضرور پوچھیں گے۔!" ایک نے کہا اور اپنے شانے کا بوجھ اُتار کر نیچے رکھ دیا۔ دوسرے نے بھی اُس کی تقلید کی۔!

"لیکن میں اپنا بوجھ نہیں اُتار سکتا۔!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں....؟"

"بھاگ جائے گی۔!"

"اے مسٹر.... تم وہی کرو گے جو ہم کہیں گے۔!" ایک سیاہ فام نتھنے پھلا کر بولا۔

"کہہ کر دیکھو....!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"اسے اتارو....!"

مرسیانا نے بھی اب دم سادھ لیا تھا۔

"کیا میں تمہیں اُتار دوں....؟" عمران نے مرسیانا کی پشت پر زور سے ہاتھ مار کر پوچھا۔

"نن.... نہیں....!" وہ بوکھلا کر بولی۔ اُترنے کے لئے وہ اُسی وقت تک ہاتھ پیر مارتی رہی تھی جب تک اُن دونوں کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔

عمران اُن دونوں کو گھورتا ہوا بولا۔ "سن لیا تم نے۔!"

"ہم خود پوچھیں گے۔!" ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔

"لیکن نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔!"

"کیا مطلب....؟" وہ رک گیا۔

"منہ نوچ لیتی ہے۔!"

"تم کیوں محفوظ ہو....؟"

"آج تک کسی سوار نے گھوڑے کا منہ نوچا ہو تو بتاؤ۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"میں اس کا گھوڑا ہوں.... کبھی پیدل نہیں چلتی۔!"

"اوہ.... میں سمجھا تھا شائد زبردستی کہیں سے اٹھا لائے ہو۔!"

"اور پھر ہمیں کیا پڑی ہے کہ دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کرتے پھریں۔!" دوسرا بولا۔ "چلو اٹھاؤ اپنا تھیلا۔!"

"ذرا ٹھہرو....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "گھوڑا اور سوار دونوں بہت بھوکے ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ ان تھیلوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔!"

"تم نے بھی تو کہا تھا کہ تمہارے کھانے کی چیز تمہارے کاندھے پر لدی ہوئی ہے۔!"

"لیکن اتفاق سے اس چیز کو بھی بھوک لگتی ہے۔!"

"پھر بھی ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمہیں اس میں سے کچھ بھی نہیں دے سکیں گے۔ ویسے اگر تم چاہو تو ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔ جس کی یہ چیزیں ہیں اُسی سے مانگ لینا۔!"

"چلو میں تیار ہوں....!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔

"نہیں.... نہیں.... میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔!" مرسیانا نے کہا۔

"تو پھر گھوڑا گھاس کھائے گا اور تم صبر کرنا۔!"

"خداوندا کس جنجال میں پڑ گئی ہوں۔!" وہ منمنائی۔

"دونوں سیاہ فام اپنے اپنے تھیلے کاندھے پر ڈال کر آگے بڑھ گئے تھے۔

''نہیں ان کے پیچھے نہ چلو۔!'' مرسیانا نے پھر ہاتھ پیر مارے۔

''اچھا تو پھر اترو میرے کاندھے سے۔!'' عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''یہ بھی ناممکن ہے کیونکہ بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔!''

''ارے تو کیا واقعی میں تمہارا گھوڑا ہوں۔!''

''تم جانو.... میں نے تو نہیں کہا تھا۔!''

''سنو اگر تم تھوڑی سی مدد کرو تو ان سے تھیلے چھینے لیتے ہیں۔!''

''کک.... کیا مطلب....!''

''انہیں آواز دے کر روکو اور باتوں میں لگالو۔!''

''اسی طرح آواز دوں....!''

''نہیں ٹھہرو... میں تمہیں اتارے دیتا ہوں۔ تم بچاؤ بچاؤ چیختی ہوئی ان کی طرف دوڑ لگاؤ۔''

''اچھی بات ہے۔!'' وہ کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ بولی۔ ''لیکن اگر وہ دونوں آدم خور کی طرف سے نمودار ہو گئے تو۔!''

''تم اس کی فکر نہ کرو.... میں تمہارے پیچھے رہوں گا۔!'' عمران نے کہتے ہوئے اُسے کاندھے سے اتار دیا اور وہ ''بچاؤ بچاؤ'' چلاتی ہوئی دونوں کالوں کے پیچھے دوڑی۔ لیکن انہوں نے رک کر اس کی طرف مڑنے کی بجائے خود بھی دوڑنا شروع کر دیا اور وہ بھی اس کی طرح ''بچاؤ بچاؤ'' کی ہانک لگا رہے تھے۔ وہ جھلا کر رک گئی اور مڑ کر عمران کو اسی طرح گھورنے لگی جیسے کچا ہی چبا جائے گی۔

عمران ہکا بکا کھڑا تھا۔ ایسا ہی لگتا تھا جیسے کوئی سر بازار چپت رسید کر کے بھاگ گیا ہو۔

''اب بتاؤ۔!'' وہ دانت پیس کر بولی۔

''مجھ سے بھی زیادہ احمق معلوم ہوتے ہیں۔!'' عمران بے بسی سے بولا۔

دونوں کالے اب بھی اسی طرح چیختے ہوئے دوڑے جا رہے تھے۔ عمران نے مرسیانا کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

''ہرگز نہیں۔!'' وہ سر جھٹک کر بولی۔ ''پیدل نہیں چلوں گی۔!''

''کیا....؟'' عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

''گھوڑے کی عادی ہو گئی ہوں۔!''

''ہنہنانا شروع کر دوں گا۔!''

"کچھ بھی کرو.... میں پیدل ہرگز نہیں چلوں گی۔!"

"یہ بات ہے۔!" عمران نے آنکھیں نکالیں اور اُسے ایک طرف ہٹا کر خود بھی کالوں ہی کی طرح "بچاؤ بچاؤ" کی ہانک بھی لگاتا ہوا بھاگ نکلا۔

مرسیانا "ارے ارے" کہتی ہوئی اس کے پیچھے دوڑی۔

"ٹھہرو... ٹھہرو.... سنو میں خوف زدہ ہوں.... خدا کے لئے.... میں مذاق کر رہی تھی۔ ٹھہر جاؤ۔!" وہ گرتی پڑتی اُس کے پیچھے دوڑتی رہی۔

عمران بالآخر رک گیا اور اس کے قریب پہنچ کر ہانپتی ہوئی بولی۔ "تم درندے ہو۔!"

"عورتیں آج تک میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ اگر میں تمہیں اپنے کاندھے سے اتار دوں تو تم مجھے درندہ کہو گی۔!"

"کیا میں نے تم سے کہا تھا مجھے اپنے کاندھے پر لاد لو۔!"

"چلو میں نے معاف کیا۔ اب شرافت سے پیدل چلتی رہو۔!"

"کب تک اور کہاں تک....؟"

"ظاہر ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔!"

"یہ کالے آدمی تو بالکل ہی سمجھ میں نہیں آئے۔!" مرسیانا نے کہا اور عمران کچھ کہے بغیر پھر چلنے لگا۔ دونوں کالے آدمی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

پگڈنڈی سیدھی نہیں تھی بلکہ نشیب میں کسی قدر پُر پیچ ہو گئی تھی۔ دونوں سیاہ فام کبھی کسی موڑ پر گم ہو جاتے اور کبھی دکھائی دینے لگتے۔ ویسے وہ اب دوڑ نہیں رہے تھے لیکن رفتار خاصی تیز تھی۔

وہ پیالہ نما وادی کی تہہ سے قریب ہوتے رہے اور انہیں سبزے کے درمیان کہیں کہیں جھونپڑے بھی دکھائی دے جاتے تھے۔

"کہیں یہ جگہ ہمارے لئے قید خانہ ہی نہ ثابت ہو۔!" مرسیانا تھوڑی دیر بعد بولی۔

"کچھ بھی ہو.... اب تو پھنس ہی گئے ہیں۔!" عمران نے طویل سانس لے کر کہا اور اپنی رفتار کسی قدر تیز کر دی۔ اُسی کی مناسبت سے مرسیانا نے بھی قدم بڑھائے تھے وہ اپنے اور اُس کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

وادی میں پہنچ کر عمران رک گیا۔ اُن دونوں سیاہ فاموں کا کہیں پتا نہیں تھا۔

"وہ کہاں غائب ہو گئے۔!" مرسیانا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"اوہ.... ہاں خیر دیکھا جائے گا۔ تم وہ جھونپڑا دیکھ رہی ہو۔!"

"دیکھ رہی ہوں۔ ویران معلوم ہوتا ہے۔!"

"بس تو اُسی سے ابتدا کرتے ہیں۔!" عمران بولا۔

"کیا کرو گے....؟"

"گھس چلیں....!"

"اور مارے جائیں....!" وہ بُرا سامنہ بنا کر بولی۔

"بھوکوں مرنے سے بہتر ہوگا۔!"

"اگر ان جھونپڑوں میں وہی آدم خور ہوئے تو....؟"

"آدم خور اتنے نفیس جھونپڑے نہیں بنا سکتے۔ ذرا دیکھو کتنی خوب صورتی سے ناریل کے تنوں کو جوڑ جوڑ کر دیواریں بنائی گئی ہیں۔!"

"میرا دل نہیں چاہتا کہ اس جھونپڑے میں قدم رکھوں۔!"

ٹھیک اسی وقت دونوں کالے اُس جھونپڑے سے بر آمد ہو کر اُن کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

"کیا خبر ہے....؟" عمران نے اُن سے سوال کیا۔

"کیسی خبر....؟" الٹا سوال کیا گیا۔

"مطلب یہ کہ اس جھونپڑے میں کون ہے....؟"

"کوئی بھی نہیں....!" ایک نے جواب دیا۔

"وہ سامان کہاں ہے جو تم اٹھائے ہوئے تھے....؟"

"جھونپڑے میں....!"

"کس کے لئے ہے........؟"

"ہم نہیں جانتے....جب بھی آتے ہیں سامان یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔!"

"کہاں سے آتے ہو....؟"

"گھر سے۔!"

"گھر کہاں ہے....؟"

"اس کے گھر کے قریب....!" اُس نے دوسرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اس کا گھر کہاں ہے....؟"

"میرے گھر کے قریب....!"

"تم دونوں کے گھر کہاں ہیں....؟"

"آس پاس....!"

"اچھی بات ہے۔!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "اب جلدی سے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔!"

"بہت اچھا....!" کہہ کر اُس نے چڑھائی کی طرف دوڑ لگائی اور دوسرا بھی اس کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگا۔

"کیا یہ دونوں پاگل ہی ہیں۔!"

"پہلے اُن کے بیان کی تصدیق کرلو.... پھر کوئی رائے قائم کرنا۔!" عمران نے جھونپڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیا کر رہے ہو.... ٹھہرو....!" مرسیانا نے اُس کا بازو پکڑ کر روکنے کی کوشش کی لیکن وہ ہاتھ جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

مرسیانا اُسے جھونپڑے میں داخل ہوتے دیکھتی رہی لیکن خود اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں تھی۔

دوسرے ہی لمحے میں عمران پھر باہر آیا اور ہاتھ ہلا کر بولا۔ "آجاؤ.... وہ غلط نہیں کہہ رہے تھے۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔!"

وہ ہچکچاہٹ کے ساتھ آگے بڑھی اور جھونپڑے میں داخل ہوگئی۔ پہلے ہی جس چیز پر نظر پڑی وہ ایک بڑی میز تھی اور اس پر وہ سارا سامان بکھرا پڑا تھا جو اُن کے ہم سفر سیاہ فام لائے تھے۔ خوراک کے سربند ڈبوں.... شراب کی بوتلوں اور روز مرہ کے استعمال کی دوسری اشیاء پر مشتمل یہ سامان جن تھیلیوں میں لایا گیا تھا وہ بھی فرش پر پڑے نظر آئے۔

"ارے کوئی اور بھی ہے یہاں....!" عمران نے اونچی آواز میں پوچھا لیکن کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ جھونپڑا کئی کمروں پر مشتمل معلوم ہوتا تھا۔

پھر عمران نے جھپٹ کر وہ لفافہ اٹھایا جو اسی کے میز کے ایک گوشے پر رکھا ہوا تھا۔ مرسیانا بھی آگے بڑھ آئی اور لفافے پر جھکتی ہوئی بولی۔ "اوہو.... اس پر تو تمہارا ہی نام تحریر ہے۔!"

"ہے تو....!" عمران نے پر تشویش لہجے میں کہتے ہوئے لفافہ چاک کیا۔ اس سے برآمد ہونے والے پرچے پر تحریر تھا۔

"تم دونوں اس خوف ناک جزیرے میں بظاہر تنہا ہو لیکن اس پر خوش ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم بھی نہیں جانتے کہ یہ آدم خور کہاں سے آتے ہیں اور کہاں غائب ہو جاتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے ہم نے جزیرہ خالی کر دیا ہے۔ سارے جھونپڑے ویران ہیں۔!"

مرسیانا نے بھی یہ تحریر دیکھی اور جھپٹ کر جھونپڑے کا دروازہ بند کر دیا۔

عمران شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "عقلمند لوگ معلوم ہوتے ہیں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"انہوں نے سوچا ہوگا کہ آدم خوروں کا نوالہ بننے سے پہلے کہیں ہم دبلے نہ ہو جائیں۔ اس لئے کھانے پینے کا سامان بھی بھجوادیا ہے۔ لہٰذا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہمارے ہمدرد ہیں یا آدم خوروں کے۔!"

"کہاں کی بات نکال بیٹھے ہو۔!" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔ "نگیٹوان کے حوالے کرکے پیچھا چھڑاؤ۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم اب بھی اُن ہی کی نوکری میں ہو۔!"

"نہیں یہ وان بروف کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔ ہرگز نہیں۔ میک باور بھی تو ہم میں سے نہیں تھا۔!"

"سب جائیں جہنم میں۔!" عمران سر جھٹک کر بولا۔ "یہاں کچن بھی ضرور ہوگا... آؤ دیکھیں۔!"

"جھونپڑا تین کمروں.... ایک کچن اور ایک باتھ روم پر مشتمل تھا۔ کچن میں کیروسین کے چولہے تھے جن میں ایندھن بھی موجود تھا۔

"میں بینز اور بیف کے ڈبے اٹھائے لاتا ہوں۔!" عمران نے کہا اور مرسیانا کو کچن ہی میں چھوڑ کر بڑے کمرے میں واپس آگیا۔



ایکس ٹو کی پوری ٹیم حرکت میں آگئی تھی اور بلیک زیرو نے فیلڈ ورکرز کو ہدایت کردی تھی کہ وہ فی الحال سائیکو مینشن سے دور رہیں.... اور اپنی قیام گاہوں تک محدود رہ کر اس کے احکامات کے منتظر رہیں۔ جوزف کو رانا پیلس طلب کر کے اُس سیاہ فام آدمی کی تصویر دکھائی جو نعمانی کے بتائے ہوئے حلئے کے مطابق سائیکو مینشن کے آئیڈنٹی کاسٹ یونٹ نے تیار کی تھی۔

"میں اسے تلاش کروں گا۔!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "لیکن میں کسی طرح بھی یقین نہیں کر سکتا کہ میرا باس کسی بے بس چوہے کی طرح سمندر میں غرق ہو گیا ہوگا۔!"

"یقین تو مجھے بھی نہیں ہے۔!" بلیک زیرو نے کہا۔

"یقیناً اُن لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی تھی جو اُس ایمبولینس گاڑی کا تعاقب کر رہے تھے۔!"

"خدا جانے....!"

"بس تو پھر اس آدمی کی تلاش تمہارے ذمے۔!"

"کیا یہ بھی اُسی ایمبولینس گاڑی میں تھا۔!"

"ہاں.... یہی اطلاع ہے اگر وہ گاڑی غرق بھی ہو گئی ہے۔!"

"بس مسٹر طاہر....!" جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "بار بار غرقابی کی بات نہ کرو۔!"

"اچھی بات ہے۔!" بلیک زیرو طویل سانس لے کر بولا۔

پھر جوزف وہاں سے سیدھا اُس علاقے میں پہنچا جہاں زیادہ تر غیر ملکی سیاہ فام لوگ آباد تھے۔ ن میں سے متعدد افراد سے اس کی شناسائی بھی تھی۔ اُسے علم تھا کہ کہاں سے صحیح معلومات اصل ہو سکیں گی۔

سلور اسٹریک بار کی مالکہ کاؤنٹر ہی پر موجود تھی۔ جوزف کو دیکھ کر مسکرائی۔

"آؤ بلانوش.... تم اتنے دنوں کہاں رہے۔!"

جوزف نے دانت نکال دیئے اور وہ بولی۔ "کسی قدر تندرست بھی نظر آ رہے ہو۔ کیا یورپ وم کر آئے ہو۔!"

"اس سال تو ابھی تک نہیں جا سکا۔!" جوزف کاؤنٹر کے قریب والے ایک اسٹول پر بیٹھتا ہوا لا۔ اس وقت یہاں معدودے چند گاہک دکھائی دے رہے تھے کاؤنٹر کے قریب کے سارے سٹول خالی تھے۔!"

"کیا پیوگے....!"

"لارج وہسکی....!"

"بیک وقت کئی گلاس تیار کر دوں۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"اتنی فرصت ہوتی تو سربند بوتل طلب کر لیتا۔!"

وہ اس کے لئے گلاس بنانے لگی اور جوزف نے اُن تین سیاہ فاموں کا جائزہ لیا جو ایک ہی میز ے گرد بیٹھے بیئر پی رہے تھے۔

"اور سناؤ۔!" جوزف نے طویل سانس لے کر کہا۔ "کیا آج کل بزنس ٹھنڈا ہی جا رہا ہے۔!"

"نہیں تو... جب سے شراب پر پابندی عائد کی گئی ہے بزنس پہلے سے بھی زیادہ چمک اٹھا ہے۔!"

"وہ کس طرح....!" جوزف نے حیرت سے پوچھا۔

"جو لوگ اسے گھٹیا بار سمجھ کر اس میں جھانکنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اب جوق در جوق ادھر ہی کا رخ کرتے ہیں۔ شرافت اللہ اب شرافت مسیح ہو گئے ہیں اور اسی نام سے جعلی شناختی

کارڈ بھی بنوالیا ہے۔!"

"شراب ایسی ہی لعنت ہے۔!" جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"ہائیں.... تم بھی لعنت ہی کہہ رہے ہو۔!"

"اس کے باوجود بھی اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔!" جوزف نے کہا اور آدھے سے زیادہ گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔

"کیا قصہ ہے.... بہت زیادہ شریف ہور ہے ہو۔!"

"قصہ نہیں ٹریجڈی ہے۔ میں ایک ایسے آدمی کا ملازم ہوں کہ اگر چاہے تو روزانہ شراب سے غسل کر سکتا ہے لیکن وہ اس کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔!"

"کچھ لوگ ڈرپوک ہوتے ہیں۔ اسی خیال سے ہاتھ نہیں لگاتے کہ کہیں وہ شراب سے ہار نہ جائیں۔!"

"وہ بھی مجھ سے اچھے ہوتے ہیں۔!" جوزف نے کہا اور گلاس خالی کر دیا۔

"اور بناؤں....!" عورت نے پوچھا۔

"نہیں.... اس وقت جلدی میں ہوں.... اور مجھے ایک آدمی کی تلاش ہے۔!"

"نام بتاؤ شائد میں تمہاری مدد کر سکوں۔!"

"نام ہی تو نہیں معلوم.... دراصل وہ میرے باس کے ساتھ فراڈ کر کے روپوش ہو گیا ہے۔ میرے باس نے ایک آرٹسٹ کو اُس کا حلیہ بتا کر اپنی نگرانی میں وہ تصویر تیار کرائی ہے۔!"

"مجھے دکھاؤ.... تصویر.... شاید میں پہچان سکوں۔!"

جوزف نے جیب سے تصویر نکال کر اسکے سامنے رکھ دی اور بغور اُسے دیکھنے لگا۔ سب سے پہلے اُس نے اُس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار دیکھے۔ پھر آہستہ آہستہ چہرہ بالکل سپاٹ ہو گیا۔ جوزف سے نظر ملتے ہی اس نے اپنے سر کو منفی جنبش دی۔

"میرے لئے بالکل نیا چہرہ ہے۔!"

"اسے جہنم میں جھونکو....!" جوزف غرایا۔ "لیکن تم خوف زدہ کیوں نظر آنے لگی ہو۔!"

"خوف زدہ نہیں تو....!" وہ زبردستی ہنس پڑی۔

"نہ بتاؤ....!" جوزف لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ "اگر تم جانتی ہو تو دوسرے بھی جانتے ہوں گے۔!"

"جوزف مگونڈا.... میں تمہیں یہ اطلاع ضرور دوں گی کہ یہاں لوگوں کے بارے میں؟؟

پھرتے پھرنا کبھی کبھی خطرناک بھی ثابت ہوتا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"یہ اسمگلروں اور منشیات فروشوں کی بستی ہے۔!"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو.... اگر جانتی ہو تو بتادو....!"

"میں نہیں جانتی.... اور اب اس تصویر کو جیب میں رکھ لو۔ اپنے باس سے کہہ دینا کہ اگر کسی نے اُس سے فراڈ کیا ہے تو وہ باقاعدہ طور پر پولیس کی مدد حاصل کرے۔ بیچارے نجی ملازم کی گردن کیوں کٹوا رہا ہے۔!"

"فیمی... میں تم سے پوچھ رہا ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔!"

"میں نے کہہ دیا نا کہ میں نہیں جانتی۔!"

"اچھی بات ہے۔!" جوزف تصویر اٹھاتا ہوا بولا۔ "دوسرا گلاس تیار کرو۔!"

وہ شرابوں کے ریک کی طرف مڑ گئی۔ جوزف اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتا رہا۔ گلاس تیار کرکے جوزف کے سامنے رکھتی ہوئی بولی۔ "میں تمہاری دوست ہوں۔ دشمن نہیں۔!"

"بات ختم ہو گئی فیمی۔!" جوزف نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اگر تمہارا باس پولیس سے مدد نہیں لینا چاہتا تو پھر وہ بھی کسی غیر قانونی کام میں ملوث ہوگا۔!"

"وہ میرا باس ہے۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جاننا چاہتا۔!"

"تب پھر دوسری بات ہے۔ میں کیوں کوئی الزام اپنے سر لوں۔!" فیمی نے کہا اور دوسری طرف مڑ گئی۔ ریک سے بوتلیں اتار اتار کر انہیں جھاڑن سے صاف کرنے لگی۔

جوزف نے اس بار گلاس دو ہی سانسوں میں خالی نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ فیمی کو پُر تفکر نظروں سے دیکھتا ہوا چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیتا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر مڑی اور آہستہ سے بولی۔ "پتا نہیں کیا معاملہ ہے بہر حال کوئی ایسی ہی بات معلوم ہوتی ہے کہ تم جان ہتھیلی پر لئے پھر رہے ہو۔!"

"ایسی ہزار جانیں بھی اپنے باس پر قربان کر سکتا ہوں۔!"

"نہیں... میں تو ابھی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔!"

"تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟ کیا میں کسی مرحلے پر بھی تمہارا نام لے سکتا ہوں۔!"

"اچھا تو سنو.... فش ہاربر کے قریب سی فوڈ پریزرورز نام کا ایک ادارہ ہے۔ وہیں چلے جاؤ کسی سے بھی امگاتا کو پوچھ لینا۔ لیکن پھر تاکید کرتی ہوں کہ میرا نام نہ آنے پائے۔!"

"بے فکر رہو.... گونڈا کا بیٹا جوزف سب کچھ ہو سکتا ہے۔ وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا۔"

پھر اُن دونوں نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور جوزف آہستہ آہستہ گلاس خالی کر رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں سامنے والی ریک پر جمی ہوئی تھیں۔



عمران آدم خوروں کے خوف سے اُسی جھونپڑے تک تو محدود نہیں رہ سکتا تھا۔ پیٹ بھر لینے کے بعد تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کئے کینواس کی فولڈنگ آرام کرسی پر پڑا رہا تھا۔ پھر اُٹھا تھا اور ہٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔

مرسیانا کھانے کے بعد اُس کمرے میں چلی گئی جسے خواب گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہوگا۔ اُس کی حقیقت ظاہر ہو جانے کے بعد سے عمران کو اُس کی اتنی زیادہ پرواہ بھی نہیں رہی تھی۔

وہ کچھ دیر تک اُسی جگہ کھڑا چاروں طرف نظر دوڑاتا رہا۔ پھر دروازہ بند کر کے اُسے باہر سے مقفل کر دیا۔ اُس دروازے کی کنجی بھی اُسی میز ہی پر پڑی ملی تھی۔ جسے اُس نے بہت احتیاط سے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا تھا۔

کھانے پینے کے سامان کے ساتھ جو خط ملا تھا وہ بھی جیب میں محفوظ تھا اور دراصل وہ اُسی خط کی صداقت کو آزمانے کے لئے ہٹ سے نکلا تھا۔ کیوں نہ پہلے خالی ہٹ ہی دیکھ لئے جائیں۔ اُس نے سوچا اور قریب ترین ہٹ کی طرف چل پڑا۔ سامنے پہنچ کر دروازے کو دھکا دیا تھا لیکن دروازہ کھول لینے میں کامیابی نہ ہوئی ہٹ مقفل تھا۔

پھر وہ چلتا رہا اور جتنے بھی ہٹ دکھائی دیئے اُن کے دروازے کھولنے کی بھی کوشش کی۔

اسی دوران میں قریباً ڈیڑھ گز لمبا لوہے کا ایک وزنی پائپ بھی ہاتھ آ گیا اور وہ وہیں بیٹھ کر اُس کا زنگ چھڑانے لگا۔ واشت آئندیکار۔ وقت ضرورت اپنے تحفظ کے لئے بھی تو کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے۔ اچانک اُسے قریب کی جھاڑیوں میں سرسراہٹ سنائی دی اور وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لوہے کا پائپ ہاتھ میں تھا اور اُس کی نگاہ اُن ہی جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھی جن میں ذرا دیر پہلے حرکت ہوئی تھی لیکن اب سناٹا تھا.... البتہ جھاڑیاں ہوا سے ہل رہی تھیں۔

پھر اُس نے قدموں کی چاپ سنی لیکن فوری طور پر سمت کا تعین نہ کر سکا۔ نظر اب بھی اُن ہی جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھی۔ قدموں کی چاپ پھر سنائی دی اور اس بار اُس نے اندازہ لگا لیا کہ کوئی ہٹ کی دوسری طرف چل رہا ہے۔ جھاڑیوں کی طرف کنکھیوں سے دیکھتا ہوا وہ جھپٹ کر آواز کی

رف پہنچا لیکن ہٹ کے عقب میں کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ اس نے سوچا بہت زیادہ بے وقوف
بنے سے کیا فائدہ.... اب اپنے ہی ہٹ کی طرف واپس چلنا چاہئے۔ وہ اُسے کسی نہ کسی طرح
وف زدہ کر کے نگیٹو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی کے لئے اتنا کھڑاگ کیا تھا۔ لیکن کیا وہ اُسے
رعوب کر لینے میں کامیاب ہوئے تھے۔ فی الحال خود عمران کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔
ہ تیزی سے اس ہٹ کی طرف چل پڑا جس میں مرسیانا کو سوتی چھوڑ آیا تھا۔

دروازہ کے قفل میں کنجی لگا ہی رہا تھا کہ اُسے یہاں بھی قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر ایسی
واز آئی جیسے کوئی بہت وزنی چیز زمین پر گری ہو۔

اُس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دروازہ کھول کر ہٹ میں داخل ہو گیا.... اور
ہر دروازے کو اندر سے مقفل کر ہی رہا تھا کہ دوسرے کمرے سے مرسیانا کی ہکلاہٹ سنائی
ی۔ "کک کون ہے۔!"

شائد اُسکی عدم موجودگی ہی میں وہ جاگ پڑی تھی اور بقیہ وقت خوف زدگی کے عالم میں گزرا تھا۔

"میں ہوں....!" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے۔!" وہ کمرے سے نکل آئی۔

چہرہ زرد تھا اور سانس پھول رہی تھی۔

"کیا بات ہے۔!" عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا۔!"

"میں یہاں مر جاؤں گی۔ تم دیکھ لینا۔!" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"کیا واقعی کسی بھوت کا سامنا ہو گیا تھا۔!" عمران نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا اور وہ
بے اختیار رو پڑی۔

"ارے.... ارے.... اوہ.... پلیز.... خاموش رہو۔!"

"تم درندے ہو۔!"

عمران بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا اور وہ روتی رہی۔ دفعتاً کسی نے ہٹ کا دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔

"کون ہے....؟" عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔ لیکن جواب ملنے کی بجائے صرف دروازہ
پیٹا جاتا رہا۔

"کون ہے۔!" عمران پھر دھاڑا اور باہر سے آواز آئی۔ "خدا کیلئے جلدی کرو.... ورنہ میں بھی۔!"

"تم کون ہو....؟" عمران نے دروازے کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"کیا اتنی جلدی بھول گئے۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے ہم تمہارے لئے کھانے پینے کا سامان لانے تھے۔!"

"اب کیا لائے ہو۔!"

"اوہ... کھولو جلدی... میرا ساتھی مر چکا ہے اور میں بھی... وہ میرا تعاقب کر رہے ہیں۔!"

"کون تعاقب کر رہے ہیں....؟"

"عجیب سے وحشی لوگ ہیں۔ پتھر کے وزنی گرز ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ اسے جلدی کرو.... شاید وہ تیز نہیں دوڑ سکتے لیکن یہاں پہنچ ہی جائیں گے۔!"

عمران نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ وہ بدحواسی کے عالم میں اندر آگرا اور زور سے چیخا "بند کردو.... دروازہ بند کردو....!"

عمران دروازہ بند کر کے اُس کی طرف مڑا یہ ان ہی دونوں سیاہ فاموں میں سے ایک تھا۔ اس کے کپڑے کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے اور چہرے پر بھی خراشیں تھیں۔

مرسیانا خاموش کھڑی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کا جسم روح سے خالی ہو چکا ہو۔ پلکیں تک نہیں جھپکا رہی تھی۔ عمران نے سیاہ فام آدمی کا بازو پکڑ کر فرش سے اٹھایا اور آرام کرسی پر بٹھا دیا۔ اُس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں اور پھر وہ بالکل ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔

"کک.... کیا....؟" مرسیانا ایک قدم آگے بڑھ کر ہکلائی۔

"اُس کمرے میں جاؤ۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"کک.... کیوں....؟"

"بحث مت کرو....!"

اُس کے لہجے میں کچھ ایسی ہی بات تھی کہ وہ چپ چاپ دوسرے کمرے میں چلی گئی اور عمران جھک کر بے ہوش سیاہ فام کو دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بیہوشی کی مدت طویل ہو جائے گی۔ وہ اُس کی جیبیں ٹٹولنے لگا.... اور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک پرس برآمد کیا جس میں کچھ روپیوں کے نوٹوں کے علاوہ ایک شناختی کارڈ بھی تھا۔ کارڈ پر اس کی تصویر موجود تھی۔ نام [illegible] باز تحریر تھا۔ گویا مقامی ہی تھا لیکن انگلش خاصی بول لیتا تھا اور لہجہ بھی ایسا ہی اختیار کرتا تھا جیسے غیر ملکی ہو۔ شناختی کارڈ پر اُس ادارے کی مہر بھی تھی جس سے وہ متعلق تھا۔ یعنی [illegible] لمیٹڈ فش ہاربر اوہ تو گویا اس کا تعلق خود اُسی کے شہر سے تھا اور یہ ادارہ بھی سی فوڈز کے سلسلے میں خاصا شہرت یافتہ تھا۔ تو پھر کیا وہ اپنی بندرگاہ سے زیادہ دور نہیں تھے۔ یعنی آس پاس کوئی جزیرہ ہو سکتا ہے۔ پھر اُس کا ذہن ناریل کے درختوں کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ ناریل کی پیداوار نہیں تھی لیکن عمران اس سے واقف تھا کہ ادھر ناریل کے درخت اگائے جانے

ران سے خاصی پیداوار بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اگر یہ بندرگاہ کے
س پاس ہی کا کوئی جزیرہ ہے تو اُسے نہ صرف سرسبز بنانے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ ناریل کے
رخت لگا کر یہ تصور بھی دیا گیا ہے کہ یہ جنوبی سمندر کا کوئی جزیرہ ہے۔
اُس نے شناختی کارڈ اور پرس اُس کے جیب میں دوبارہ رکھ دیئے اور دوسری کرسی پر بیٹھ کر
س کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگا۔

"ایک بات سن لو......!" مرسیانا کی منمناتی ہوئی سی آواز آئی......اور وہ دوسرے کمرے کے
روازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"خدا کے لئے....!" وہ گھگھیائی اور عمران اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

اور اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔ "کیا کہہ رہا تھا۔!"

"کچھ سمجھ ہی میں نہیں آسکا۔ بات پوری طرح واضح کرنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گیا۔ تم
ٹن سے بیٹھو کیوں مری جارہی ہو۔!"

"وہ کس کے بارے میں کہہ رہا تھا مار ڈالا گیا....!"

"غالباً اپنے ساتھی کے بارے میں....!"

"کس نے مار ڈالا....!"

"اوہ.... ختم بھی کرو.... وہ وضاحت نہیں کر سکا تھا۔ ہوش میں آنے دو۔ سب کچھ معلوم
ہو جائے گا۔!"

"مم.... میں کیا کروں....!"

"مجھ سے پوچھو کہ نکیٹو کہاں محفوظ ہیں اور انہیں اطلاع دے دو۔!"

"یقین کرو.. یہ وان بروف کے آدمی نہیں ہیں۔ ورنہ کم از کم میرے ساتھ اُن کا یہ برتاؤ نہ ہوتا۔!"

"یہ کس کا آدمی ہے....؟" عمران نے بے ہوش آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔

"اُن کا ہی ہو سکتا ہے۔!"

"اور تم اس کا حشر دیکھ رہی ہو۔!"

وہ خالی خالی آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"یہی کہ اس بے چارے کو علم نہیں تھا کہ مجھے عبرت پکڑوانے کے لئے وہ لوگ اُسے کس
سے میں جھونک دیں گے۔!"

"مم.... میں اب بھی نہیں سمجھی۔!"

"اگر اسے یا اسکے ساتھی کو علم ہوتا کہ یہاں آدم خور بھی ہیں تو کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کرتے۔!"

"خدایا۔۔۔۔!" وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر اکڑوں بیٹھ گئی۔

"اس طرح مت بیٹھو زکام ہو جائے گا۔!"

"مم۔۔۔۔ میرا مذاق مت اڑاؤ۔!"

"میں کافی کی طلب محسوس کر رہا ہوں اور تم بھی ایک بوتل کھول کر غم غلط کرو۔!"

"ہاں۔۔۔۔ شاید مجھے اس کی ضرورت ہے۔!"

عمران نے میز پر سے ایک بوتل اٹھا کر اُس کے حوالے کر دی اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔

تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر دروازے کو اندر سے مقفل کر کے خود بھی کچن کی طرف بڑھ گیا۔

مرسیانا نے اُس کے لئے کافی کا پانی آئیل اسٹوو پر رکھ دیا تھا اور خود بوتل کھولے بیٹھی تھی۔

"اگر یہ سب وان بروف ہی کے آدمی ہیں تو اُن پر لعنت ہے۔!" وہ کسی قدر لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔ وہسکی نے اپنا اثر دکھانے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

"اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا۔۔۔۔!"

"میں بھی کتیا کی بچی ہوں۔۔۔۔!"

"بہر حال انہیں تم سے توقع ہوگی کہ تم خوف زدہ ہو کر مجھے مجبور کرو گی کہ میں نگیٹو ان کے حوالے کر دوں۔!"

"کیا ایسے حالات میں اسکے خلاف بھی کچھ کر سکتی ہوں۔!" اُس نے عمران پر آنکھیں نکالیں۔

"اور میں اتنا ہی گدھا ہوں کہ تمہیں نگیٹو کے بارے میں بتادوں گا۔!"

"تمہارا اپنا اندازِ فکر ہے۔!" اُس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور خالی ہو جانے والے گلاس میں اور انڈیلنے لگی۔

"اتنی بھی نہ پی لینا کہ خود ہی آدم خور ہو جاؤ۔!" عمران نے کہا اور اٹھ کر اسٹوو کی طرف گیا کیونکہ پانی ابلنے لگا تھا۔ کافی کا کپ تیار کر کے پھر میز کی طرف پلٹ آیا۔

اتنے میں دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ارے تم لوگ کہاں ہو۔۔۔۔ میں مر رہا ہوں۔۔ تھوڑا سا پانی۔!"

عمران نے کافی کا کپ میز پر رکھ دیا اور وہسکی کی بوتل اٹھا کر کچن سے نکل آیا۔

بے ہوش آدمی نے آنکھیں کھول دی تھیں اور آرام کرسی پر پڑا کراہ رہا تھا۔

"کیا تم پیتے بھی ہو۔!" عمران نے بوتل اُس کے چہرے کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔

"دو گھونٹ.... صرف دو گھونٹ میں مر رہا ہوں۔!"

"نیٹ لو گے۔!"

سیاہ فام نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران نے بوتل اُس کے منہ سے لگادی اور وہ تین لمبے لمبے گھونٹ لے کر ہانپنے لگا۔

"اور....!" عمران نے بڑے پیار سے پوچھا۔

اُس نے ہاتھ اٹھا کر سر کو منفی جنبش دی اور عمران اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ "تم یہاں قطعی محفوظ ہو۔!"

اس نے آنکھیں بند کرلیں اور بدستور ہانپتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔ "کیا تمہارا ساتھی سچ مچ مر گیا۔!"

"میں نہیں جانتا... وہ گرا تھا اور پھر نہیں اٹھ سکا تھا آج اُن خبیثوں کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔!"

"کن کی بات کر رہے ہو۔!"

"کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔!" سیاہ فام نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔

"اوہو.... وہ دونوں جنگلی.... جن کے ہاتھوں میں پتھر کے زمانے کے گرز تھے۔!"

"ہاں وہی....؟"

"وہ کون لوگ ہیں۔!"

"ایک ایسی نسل جس تک ارتقا کے قدم نہیں پہنچے۔!"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ قدیم بندر نما انسانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔!"

"ہمیں یہی بتایا گیا تھا اور اطمینان دلایا گیا تھا کہ اگر اُن سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے تو وہ کسی سے نہیں الجھتے۔!"

"اچھا تو پھر کیا ہوا....!"

"جب ہم آرہے تھے تب بھی وہ دکھائی دیئے تھے۔ تم نے بھی دیکھا ہوگا اور شاید تم انہیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے تھے۔!"

"قدرتی بات ہے۔!"

"لیکن انہوں نے ہم پر حملہ نہیں کیا تھا۔!"

"میرا خیال ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ملے بھی نہیں تھے۔!" عمران نے کہا۔

"لیکن واپسی پر انہوں نے ہم دونوں پر حملہ کر دیا۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ہم قریباً دو سال سے یہاں کے مہمانوں کے لئے سپلائی کرتے رہے ہیں۔!"

"کیا وہ دو ہی ہیں....؟"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تعداد میں کتنے ہیں۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم دو سے زیادہ بھی دیکھ چکے ہو۔!"

"میں دو سے زیادہ بھی دیکھ چکا ہوں۔!"

"تب پھر تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ وہ رہتے کہاں ہیں۔!"

"نہیں... کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں۔!"

"لیکن یہ تو بتا ہی سکو گے کہ ہم کس کے مہمان ہیں۔!"

"اس کے بارے میں ہمیں زبان بند رکھنے کو کہا گیا ہے۔!"

"زبان بندی کس نے کی ہے۔ یہی بتا دو....!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں یہ بھی نہ بتا سکوں گا۔!"

"دیکھو دوست.... تم ہوش کی باتیں نہیں کر رہے۔ ابھی تم نے مجھے یاد دلایا تھا کہ وہ دونوں وحشی یہاں آتے وقت راستے میں ہمیں دکھائی دیئے تھے لیکن جب تم دروازہ پیٹ پیٹ کر ان کا ذکر کر رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تم نے پہلی بار انہیں دیکھا ہو۔!"

"مجھے یاد نہیں کہ میں نے بدحواسی میں کیا کہا تھا۔!"

"مجھے تو یاد ہے... تمہارے بیان سے ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے تم نے انہیں پہلی بار دیکھا ہو۔!"

"ہو سکتا ہے میں ہوش ہی میں کب تھا۔!"

"اتنے ہوش میں تو تھے کہ تمہیں یہاں پناہ لینے کی سوجھی تھی۔ تم جانتے تھے کہ اس ہٹ کے علاوہ اور سارے ہٹ غیر آباد اور مقفل ہیں۔!"

"میں کیوں نہ جانتا جبکہ یہاں آتا ہی رہتا ہوں۔!"

"کس قسم کے مہمان یہاں رکھے جاتے ہیں۔!"

"یہ میں نہیں جانتا۔!"

"چلو.... میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔!"

"کہاں....؟" اس نے بوکھلا کر پوچھا۔

"وہیں.... جہاں تمہارا ساتھی گرا تھا۔!"

"کیا وہ اپنا شکار وہیں چھوڑ گئے ہوں گے۔ مجھے وہ ہمیشہ آدم خور معلوم ہوئے ہیں۔!"

"پھر بھی دیکھنا تو چاہئے۔!"

"تم خود جا کر دیکھ لو.... میں نہیں جاؤں گا۔!"

"اس موٹر بوٹ پر اور کون ہے....؟"

"کوئی بھی نہیں.... ہمی دونوں تھے۔!"

"تو وہ اب بھی ساحل پر لنگر انداز ہو گی۔!"

"یقیناً....!" وہ سر ہلا کر بولا۔

"فش ہاربر یہاں سے کتنی دور ہے۔!"

"کیا مطلب....!" وہ چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"تم سی فورڈ پریزرورز لمیٹڈ کے ملازم ہو۔!"

یک بیک وہ اٹھ کر پیچھے ہٹنے لگا۔

"بیٹھ جاؤ....!" عمران غرایا۔

لیکن وہ بدستور تنا کھڑا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب عمران پر ٹوٹ ہی پڑے گا۔ آنکھوں سے وحشت جھانکنے لگی تھی۔

"یہ کام وہاں کے کس آدمی کے لئے کرتے ہو۔!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔

مرسیانا بھی دروازے میں آ کھڑی ہوئی تھی اور انہیں حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔

"میں تمہارے ٹکڑے اڑا دوں گا ورنہ میرے سوالات کے جواب دو۔!" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

سیاہ فام ہنس پڑا اور بولا۔ "میں غیر مسلح ضرور ہوں لیکن تمہارے لئے کافی ہوں۔ میری طرف ایک قدم بڑھا کر دیکھو۔!"

"نہیں جھگڑا نہیں ہو گا۔!" مرسیانا دونوں ہاتھ اٹھا کر اُن کے درمیان آتی ہوئی بولی۔ پھر سیاہ فام کی طرف مڑ کر کہا۔ "تم پہلے ہی سے کسی پریشانی میں مبتلا ہو۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔ صرف منہ چلا کر رہ گیا۔

"ہم سب ایک ہی سے حالات کے شکار ہیں لہٰذا ہمیں آپس میں جھگڑا نہیں کرنا چاہئے۔!" وہ پھر بولی۔

"سن لیا تم نے بلاول باز۔!" عمران نے سیاہ فام کو مخاطب کیا۔

"اوہ.... تو تم میرا نام بھی جانتے ہو۔!"

"ہر چند کہ تم یہی جتانے کی کوشش کرتے رہے ہو کہ تمہارا میرے ملک سے کوئی تعلق نہیں لیکن میں تمہاری حقیقت سے آگاہ ہو گیا ہوں۔!"

"اوہ.... شناختی کارڈ....!" وہ اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوا بڑبڑایا۔

"وہ تمہاری جیب ہی میں محفوظ ہے۔ اب سچی بات اگل دو۔ میں یہاں ان حالات میں بھی جھگڑے سے نہیں ڈرتا۔!"

"ہاں میرا نام بلاول باز ہے.... لیکن میں تمہیں یہ ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ کس کے لئے کام کرتا ہوں۔!"

"چلو یہی بتادو کہ یہ کون سی جگہ کہلاتی ہے۔!"

"جمائی کے جزیروں میں سے ایک ہے۔!"

"فش ہار بر پچیس میل اور موبار سے چھ میل دور۔!"

"ٹھیک ہے.... تم سمجھ گئے۔!" وہ سر ہلا کر بولا۔ "لیکن یہاں سے فرار تمہارے لئے ناممکن ہوگا تم اُس موٹر بوٹ کو ساحل سے ہٹانے کی کوشش کرو گے تو وہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ تباہ ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے تم بھی فنا ہو جاؤ۔!"

"میں اسے جھوٹ نہیں سمجھتا۔!"

"خدا کا شکر ہے کہ بات جلد ہی تمہاری سمجھ میں آگئی۔!"

"لیکن تم خود کیسے واپس جاؤ گے۔!"

"وہ دوسری بات ہے.... لیکن اگر میں یہاں مر گیا تو تمہیں بھی بھوک سے ایڑیاں رگڑ کر مر جانا پڑے گا۔ ہم دونوں کے علاوہ اور کسی کو یہاں نہیں بھیجا جاسکتا....؟ کیونکہ باس ہمارے علاوہ اور کسی پر اتنا اعتماد نہیں کر سکتا۔!"

"تمہارا ساتھی تو مر گیا۔!"

"خدا جانے کیا قصہ ہے۔!"

"جہنم میں جاؤ.... وہ مجھے یہاں قید نہیں رکھ سکتے۔!"

"پھر آگاہ کر دوں کہ موٹر بوٹ کے بارے میں تمہیں بالکل صحیح اطلاع دے چکا ہوں۔ اُسے حرکت میں لانے کی کوشش اُسے تباہ کر دے گی۔!"

"گویا صحیح طریقے سے صرف تم ہی اُسے ہینڈل کر سکتے ہو۔!"

"یہی بات ہے۔!"

"تو پھر تم ہی ہمیں موبار تک لے چلو گے۔!"

"ناممکن.... مار بھی ڈالو تو یہ نہیں ہو سکے گا۔!"

"میں کیوں نہ تمہیں یہاں سے نکال باہر کروں۔!"

"یہ صورت بھی ہم دونوں میں سے کسی ایک کی موت کا باعث بن سکتی ہے۔"

"تم آدمی ہو یا گلاب جامن....!"

"کک.... کیا.... مطلب....!"

"اب میں ہی تمہیں کھا جاؤں گا۔!"

"خدا کے لئے کچھ دیر خاموش رہو۔!" مرسیانا ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"تو میں کب جھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے اُس فرد کا نام پوچھا تھا جس کے لئے یہ اس قسم کی خدمات انجام دیتا ہے۔!"

"یہ میں نہیں بتاؤں گا۔!" سیاہ فام آدمی نے پرزور لہجے میں کہا۔

"حالانکہ تم اب بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہو۔!"

"میں کسی بھی مصیبت میں نہیں پڑا۔ تمہارا وہم ہے۔!" سیاہ فام آدمی نے کہا۔ "کسی وجہ سے اُن وحشیوں کے دماغ الٹ گئے ہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔!"

"خیر.... خیر.... بیٹھ جاؤ.... میں سکون سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔!"

"میں پھر کہہ دوں کہ اگر تم نے مجھ پر دھوکے سے حملہ کیا تو سچ مچ یہاں مرنا ہی پڑے گا۔!"

"دھوکے سے حملہ.... تم پر....!" عمران مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنس پڑا۔

"کیا تم مجھے کوئی کمزور آدمی سمجھتے ہو۔!" سیاہ فام آنکھیں نکال کر بولا۔ "ہاتھی سے ٹکرا سکتا ہوں۔!"

اور ٹھیک اُسی وقت کوئی بہت وزنی چیز دروازے سے ٹکرائی اور وہ چونک پڑے۔ سیاہ فام تو اٹھ کر دوسرے دروازے کی طرف بھاگا تھا۔ اُس نے مرسیانا کو دھکا دے کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ مرسیانا عمران سے آٹکرائی تھی۔ باہر سے دروازے پر دوسری ضرب پڑی اور عمران نے جھپٹ کر لوہے کا وہ پائپ اٹھا لیا جو ایک ہٹ کے باہر پڑا ملا تھا۔

دوسری ضرب سے دروازہ ہل کر رہ گیا۔ تیسری ضرب شائد اُسے چوکھٹ ہی سے نکال دیتی۔ عمران نے مرسیانا کو سامنے سے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ اُس کی حالت بہت ابتر نظر آرہی تھی۔

کمرے کے ایک گوشے سے لگ کر کانپنے لگی۔ عمران دروازے کی بائیں جانب ہو کر لوہے کا پائپ ہاتھوں میں تول رہا تھا۔

تیسری ضرب کے ساتھ ہی دروازہ اکھڑ کر کمرے میں آ رہا اور پھر جیسے ہی وہ خوفناک چہرہ دروازے کے خلا سے اندر آیا عمران نے پوری قوت سے لوہے کا پائپ اُس پر رسید کر دیا۔ بڑی بھیانک چیخ سناٹے میں گونجی تھی اور پھر اُس وزنی جسم کے گرنے کی آواز آئی تھی۔

"کک.... کیا ہوا....؟" مرسیانا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"چپ چاپ وہیں کھڑی رہو۔!" عمران غرایا۔

تھوڑی دیر تک سناٹا رہا.... پھر وزنی قدموں کی چاپ سنائی دی کوئی اور بھی ہٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمران نے پھر لوہے کے پائپ کو مضبوطی سے گرفت میں لے لیا۔

دو چار قدم چلنے کے بعد ہی شائد وہ رک گیا تھا۔ عمران جس پوزیشن میں تھا اُسی میں رہا۔ دوسرا شائد رک کر اپنے ساتھی کا حشر دیکھنے لگا تھا۔ دو تین منٹ اسی طرح گزر گئے۔

دفعتاً عمران چونک پڑا۔ ایک نئے خیال نے ذہن میں سر ابھارا تھا۔ کہیں واقعی اُن کی تعداد زیادہ نہ ہو اور وہ ہٹ کو گھیرنے کی کوشش نہ کر رہے ہوں لہٰذا اس حد تک بے خبری کے عالم میں رہنا مناسب نہیں۔

مرسیانا کی طرف مڑ کر ایک بار پھر اُس نے اُسے وہیں ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا اور خود یک لخت دروازے کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر اگر بڑی پھرتی سے بیٹھ نہ گیا ہوتا تو اس وزنی سنگی گرز نے اُس کا قلع قمع ہی کر دیا ہوتا جو باہر سے اُس پر پھینکا گیا تھا۔

پچھلی دیوار چیخ گئی اور گرز نے فرش پر گر کر زوردار دھماکا پیدا کیا۔

پھر دوسرا وحشی اپنے گرے ہوئے ساتھی کا گرز بھی اٹھانے کے لئے جھکا ہی تھا کہ عمران جھپٹ کر باہر نکلا اور اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی اُس کی گردن پر پائپ سے وار کر دیا۔ بھیانک قسم کی کراہ کے ساتھ وہ اوندھے منہ ڈھیر ہو گیا تھا۔ پھر عمران اُسے دوبارہ سر اٹھانے کی مہلت کہاں دینے والا تھا۔ پے در پے کئی وار اُس کے سر پر کئے اور وہ چیختے چیختے اچانک خاموش ہو گیا۔ اُس کا ساتھی پہلے ہی بے حس و حرکت پڑا تھا۔

عمران نے دوڑتے ہوئے ہٹ کے گرد ایک چکر لگایا جس کا مقصد یہ دیکھنا تھا کہ کوئی تیسرا بھی تو آس پاس موجود نہیں ہے۔ وہ پھر انہی کی طرف واپس آ گیا۔ دونوں بے حس و حرکت پڑے تھے۔ عمران نے مرسیانا کو آواز دی۔ وہ فوراً ہی سامنے نہیں آئی تھی۔

"اس کلوٹے کو بھی نکال لاؤ۔!" عمران نے دوبارہ اونچی آواز میں کہا۔
"کیا ہوا.....!" مرسیانا نے پوچھا۔ ڈرتے ڈرتے دروازے کے قریب آکھڑی ہوئی تھی۔
"آؤ.... میں تمہیں دکھاؤں کہ یہ کتنی قدیم نسل ہے۔!" عمران نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔
"کک.... کیا مر گئے۔!"
"نہیں.... ابھی تو سانس لے رہے ہیں۔ اُس کلوٹے کو بھی بلاؤ۔!"
اور وہ کلوٹا بڑی مشکل سے باہر نکلا تھا۔ اُن دونوں کو اس حال میں دیکھ کر بالکل کسی بندر کے سے انداز میں اچھلنے کودنے لگا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کی سمجھ میں ہی نہ آرہا ہو کہ اس موقعے پر اُسے کیا کرنا چاہئے۔
"ختم کرو.....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ادھر آؤ....!"
"لیکن تم نے انہیں مارا کیسے۔!" وہ دور ہی سے بولا۔
"میں اسی طرح مارتا ہوں کہ پٹنے والوں کو بھی پتا نہیں چلتا۔!"
مرسیانا قریب آگئی تھی۔ عمران جھک کر ایک زخمی کا چہرہ ٹٹولنے لگا۔ پھر گردن کے نیچے ہاتھ ڈال کر کوئی چیز پکڑی تھی اور زور سے جھٹکا دیا تھا۔ بے ہوش جنگلی کے چہرے سے ایک غلاف سا اترتا چلا آیا اور اُس غلاف کے نیچے سے اچھی بھلی شکل نکل آئی لیکن یہ کسی سفید فام آدمی کا چہرہ تھا۔
"کیا خیال ہے۔!" عمران نے مرسیانا سے پوچھا۔
"خدا کی پناہ.... ماسک.... تت.... تو یہ سب ڈھونگ تھا۔!"
"ہر شخص ماقبل تاریخ کا آدمی ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے مقصد کے حصول کے لئے درندہ بن سکتا ہے۔ آؤ تم بھی دیکھ لو.....!" عمران نے بلاول باز کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔
لیکن وہ اس کی طرف آنے کی بجائے دوسرے آدمی کے چہرے سے ماسک اتارنے لگا تھا۔ پھر اُس نے کسی نامعلوم آدمی کو گندی گندی گالیاں دی تھیں۔ بہر حال دونوں ہی بہروپئے ثابت ہوئے تھے۔
"پتا نہیں میرے ساتھی کا کیا بنا.....!" بلاول نے ہانپتے ہوئے کہا۔
"ابھی دیکھے لیتے ہیں۔!"
"کہیں یہ اٹھ کر بھاگ نہ جائیں۔!" مرسیانا بولی۔
"مشکل ہی ہے۔ ایک کا جبڑا ٹوٹ گیا ہے اور دوسرے کی گردن کی ہڈی پر ضرب شدید آئی

ہے۔ ہوش میں آئے بھی تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکیں گے۔!"

"اب میں سمجھا.... خدا تمہیں غارت کرے۔!" بلاول بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔!"

"کیا ٹھیک کہہ رہا تھا۔!"

"یہی کہ میرے باس کو ہمارے مرنے جینے کی پرواہ نہیں ہو سکتی۔ چلو خدا کے لئے میرے ساتھ چلو.... میں دیکھوں کہ اُس بیچارے پر کیا گزری۔!"

"اگر راستے میں کچھ اور بھی مل گئے....؟"

"میں نے ان دونوں کے علاوہ کبھی اور کسی کو نہیں دیکھا۔!"

"سچ بولنا کیوں شروع کر دیا ہے۔!"

"اگر یہ دونوں واقعی جنگلی ہی ہوتے تو ہرگز سچ نہ بولتا۔ اب پوری بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔"

"اچھا چلو دیکھیں تمہارے ساتھی کو بھی۔!" عمران بولا اور مرسیانا کی طرف مڑ کر کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو تو بہتر ہے۔!"

"ہرگز نہیں.... میں ساتھ چلوں گی۔!"

"بڑی مشکل ہے۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "خیر چلو۔!"

چڑھائی پر ایک جگہ رک کر بلاول چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "یہیں اُن سے مڈبھیڑ ہوئی تھی اور یہیں وہ گرا تھا۔!"

"وہ اُدھر دیکھو... خون کی لکیر۔!" عمران نے بائیں جانب اشارہ کیا۔ بلاول جھک کر دیکھنے لگا۔

"شاید اُسے یہاں سے گھسیٹ کر لے جایا گیا ہے۔ وہ دیکھو.... وہ اُدھر خون کا دھبہ.... پھر دوسری لکیر۔ یہ لکیر ذرا لمبی ہے۔ بس اسی نشان کے ساتھ چلتے رہو۔!"

"خداوندا....!" اچانک بلاول رک گیا۔

وہ آنکھیں پھاڑے اپنے ساتھی کی لاش کو دیکھے جا رہا تھا۔ جو سامنے والے گڑھے میں اوندھی پڑی تھی۔ عمران نے گڑھے میں اُتر کر سیدھا کیا اور نبض ٹٹولنے لگا۔ پھر بلاول کی طرف دیکھ کر سر کو مایوسانہ انداز میں جنبش دی۔

بلاول زور زور سے روتا اور گالیاں بکتا رہا۔

"صبر کرو.... اب اس سے کیا فائدہ۔!" عمران اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرم لہجے میں بولا۔ "سب سے بڑا درندہ وہ ہے جس کے لئے کام کر رہے ہو۔!"

"ہاں وہی ہے.... اُس پر ہزار بار لعنت لیکن کیا اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہے گی۔!"

"فی الحال اُسے یونہی رہنے دو۔!"

"نہیں.... میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔!"

"خیر.... خیر.... ابھی تو واپس چلو....!"

وہ پھر ہٹ کی طرف چل پڑے اور قریب پہنچ کر اُس زخمی کو جان کنی میں مبتلا دیکھا جس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ اُس کا جسم رہ رہ کر جھٹکے لے رہا تھا۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ دوسرے کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور قرائن سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ جلد ہی ہوش میں آسکے گا۔!

"اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔!" مرسیانا عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"زیادہ اچھا خیال نہیں ہے۔!" عمران لاپرواہی سے بولا۔

"اسے بھی ختم کیے دیتا ہوں۔!" بلاول دوسرے زخمی کی طرف بڑھا۔

"نہیں....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"انہوں نے میرے ساتھی کو کتنی بے دردی سے مارا تھا۔!"

"مجھے مرعوب کرنے کے لئے انہیں اس قسم کی ہدایت ملی ہوگی جس طرح تم باس کا حکم مانتے ہو۔ اُسی طرح یہ بھی مانتے تھے۔!"

بلاول کراہت سے زمین پر تھوک کر بولا۔ "لعنت ہے ایسے باس پر....!"

"ہم دو وقت کی روٹیوں کے لئے اسی طرح خوار ہوتے رہتے ہیں۔ آدمیت کی سطح سے گرتے رہتے ہیں۔!"

بلاول کچھ نہ بولا۔

"واپسی کی سوچو.... ورنہ کہیں اور کوئی مصیبت نہ نازل ہو جائے۔!" مرسیانا بولی۔

"میں اب اس شخص سے کچھ بھی نہیں کہوں گا۔!" عمران نے بلاول کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"بے فکر رہو.... اب میں تمہیں واپس لے چلوں گا۔ لیکن اپنے ساتھی کی لاش یہاں نہیں چھوڑوں گا۔ سب کچھ سمجھ چکا ہوں۔!"

"کیا سمجھ چکے ہو۔!"

"یہاں ایسے لوگ رکھے جاتے ہیں جن سے کسی قسم کا اعتراف کرانا ہوتا ہے۔ اب تک کئی افراد کو ہم دیکھ چکے ہیں۔ وہ یہاں آتے تھے اور آدم خوروں کے خوف سے سب کچھ اگل دیتے

تھے اور پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مجھ پر یا میرے ساتھی پر حملہ ہوا ہو۔!"

"وہ جانتا ہے کہ میں بہت سخت جان ہوں.... لہٰذا میرے خوف میں اضافہ کرنے کے لئے یہ ڈرامہ بھی کرنا پڑا۔!"

"تم اسے ڈرامہ کہتے ہو۔!" بلاول آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "ارے میرا ایک ساتھی مار ڈالا گیا۔"

"تمہارے سنگ دل باس کے لئے یہ حادثہ ایک ڈرامے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ غالباً وہ بھی کوئی سفید فام ہی ہوگا۔!"

"ہاں.... وہ سفید فام ہی ہے۔ وان بروف سور کا بچہ۔!"

"وان بروف....!" مرسیانا اچھل پڑی۔

"ہاں وان بروف.... کیا تم اُسے جانتی ہو۔!"

"ساجد پیٹرسن کا جنرل منیجر....!"

"ہاں وہی....!"

مرسیانا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر ہٹ کی دیوار سے جا لگی اور بلاول نے سوالیہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔

"اس کا ماما لگتا ہے۔!" عمران نے اردو میں کہا۔ "بہر حال تم میں سے ایک ہی کو مارا جانا تھا تاکہ تم بھاگ کر مجھ تک پہنچو اور میں بوکھلا کر تمہیں وہ بات بتا دوں جسے معلوم کرنے کے لئے مجھے یہاں بھیجا گیا تھا۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔!"

"اُف فوہ.... کیوں دیر کر رہے ہو.... نکل چلو یہاں سے۔!" مرسیانا بولی۔

"اگر یہ وان بروف کی کوئی رشتہ دار ہے تو میں پہلے اسی کو کیوں نہ ختم کر دوں۔!" بلاول نے اردو میں کہا۔

"ہرگز نہیں.... کیونکہ یہ میرے ساتھ ہے.... اور ہم دونوں پر یکساں عذاب نازل ہوا ہے۔ اگر وہ اس کا دوست ہوتا تو یہ یہاں میرے ساتھ کیسے نظر آتی۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔!"

"اگر میرا ساتھ نہیں دیتے تو واپسی پر مار ڈالے جاؤ گے۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے لیکن تمہارا ساتھ دینے سے کیا فائدہ تم تو خود بھی بے بس ہو رہے ہو۔"

"یہاں سے نکل کر ہی بتا سکوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔!"

"تم اگر کچھ کر سکتے ہوتے تو یہاں کیوں نظر آتے۔!" بلاول نے تلخ لہجے میں کہا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو.....!" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا۔!" وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں اُس زخمی جسم میں جنبش ہوئی جس کا جبڑا ٹوٹ گیا تھا۔ پھر وہ چنگھاڑتا ہوا اٹھ بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"چلو اندر چلو.....!" عمران نے مرسیانا کا بازو پکڑ کر کہا..... اور وہ بڑی تیزی سے دروازے کی طرف گھوم گئی پھر اندر پہنچ کر بولی۔ "آخر تمہیں ہوا کیا ہے۔ یہاں سے نکل جانے میں جلدی کرنے کی بجائے ادھر اُدھر کی باتوں میں الجھ کر رہ گئے ہو۔!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ زخمی کی چیخیں تیز ہو گئیں اور ساتھ ہی دھماد ھم کی آوازیں بھی آنے لگیں۔

"یہ..... یہ کیا ہونے لگا۔!" مرسیانا دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ لیکن عمران نے اُس کا بازو پکڑ لیا اور آہستہ سے بولا۔ "اپنے کام سے کام رکھو۔!"

"کک..... کیا مطلب.....؟"

"ہاں تو تم کیا کہہ رہی تھیں۔!" عمران نے پوچھا اور پھر اچانک سناٹا چھا گیا۔ نہ زخمی کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں اور نہ دھماد ھم کی آوازیں۔

"یعنی کہ..... یعنی کہ.....!" مرسیانا عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"سب ٹھیک ہے۔!" عمران نے کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

بلاول ہانپتا ہوا اندر آیا اور آرام کرسی پر گر پڑا۔ مرسیانا نے خوف زدہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا اور پھر بلاول کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"اس کے لئے ایک گلاس بناؤ.....!" عمران نے مرسیانا سے کہا۔

"کک..... کیا اس نے دوسرے کو بھی ختم کر دیا۔!"

"اور نہیں تو کیا اس کی مرہم پٹی کرتا۔!" بلاول پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"میں سمجھ گئی۔!" اس نے عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔ "تم اسی لئے اندر آ گئے تھے کہ وہ اُسے ختم کر دے۔!"

"اس کا اپنا ذاتی معاملہ تھا..... مجھے کیا.....؟"

"تم بھی درندے ہو.....!"

"چونکہ وہ حقیقتاً ما قبل تاریخ کی کسی نسل کا کوئی فرد نہیں تھا بلکہ تمہاری اپنی نسل سے تعلق

رکھتا تھا اس لئے تم مجھے درندہ کہہ رہی ہو۔ آدمیت کا معیار بھی رنگ و نسل کی نذر ہو گیا ہے۔ خدا کی پناہ۔!"

"میں یہ نہیں کہہ رہی۔!"

"پھر کیا کہنا چاہتی ہو۔!"

"کچھ نہیں.... میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا۔ اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔!" کہتی ہوئی دروازے کی طرف چلی گئی۔ عمران تھوڑی دیر خاموش رہ کر بلاول سے بولا۔ "تم کچھ پر سکون ہوئے یا نہیں۔!"

"اب سکون کا کیا سوال.....!" اس نے طویل سانس لے کر کہا۔ "واپسی پر شائد میں بھی زندہ نہ رہوں.... وان بروف مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔!"

"وان بروف تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ بس کسی طرح جزیرہ موبار کی طرف نکل چلو۔ وہاں سے چارج میرے ہاتھ میں ہوگا اور پھر تم وان بروف کا حشر دیکھ لوگے۔!"

بلاول کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بلاول کے لئے شراب کا گلاس لے آئی۔ عمران نے گلاس اُس کے ہاتھ سے لے کر بلاول سے کہا۔ "یہ لو طبیعت سنبھل جائے گی۔!" ساتھ ہی اُس نے مرسیانا کو دوسرے کمرے میں چلے جانے کا اشارہ کیا تھا۔ اس نے بے چوں وچرا تعمیل کی۔

بلاول نے جنم جنم کے پیاسے کی طرح گلاس خالی کر دیا اور عمران کا شکریہ ادا کر کے بولا۔ "کہتا ہے کہ وہ پُر اسرار قوتوں کا مالک ہے۔ لیکن میں نے سب کچھ دیکھ لیا۔!"

"کون کہتا ہے۔!"

"وان بروف... کہتا تھا کہ وہ آدم خور اُسکے تسخیر کردہ ہیں۔ جب چاہے وہ کیچوؤں کی طرح بے ضرر ہو جائیں اور جب چاہے انہیں بے حد خوف ناک بنا دے۔ لیکن بالآخر پول کھل گئی۔!"

عمران کچھ نہ بولا اور کہتا رہا۔ "آدم خوروں کا راز تم نے افشاء کر دیا اور یہ دیکھو....!" وہ جیب سے ہاتھ ڈال کر کچھ نکالتا ہوا بولا۔ "یہ گھاس کی اُس جھالر کے نیچے سے برآمد ہوا تھا جو اُس نے اپنی کمر کے گرد لپیٹ رکھی تھی۔!"

عمران اُسے ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگا۔ یہ ایک پاکٹ سائز ٹرانس میٹر تھا۔

"اسی کے ذریعے وہ احکامات حاصل کر کے عمل کرتے تھے۔!" بلاول نے کہا۔

"لیکن اب تم دیر کیوں کر رہے ہو۔ ہمیں موبار کی طرف نکل چلنا چاہئے۔!" عمران نے کہا۔

"تو تم میرے تحفظ کی ذمے داری لیتے ہو....؟"

"حتیٰ الامکان تمہیں بچانے کی کوشش کروں گا۔!"

"اور میرے ساتھی کی لاش کا کیا بنے گا۔!"

"میرا مشورہ ہے کہ اُسے یہیں دفن کر دیا جائے.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ تم لاش سمیت خود کو
ی نظروں سے پوشیدہ نہ رکھ سکو۔!"

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔!"

"اور دونوں لاشوں کو یہیں جھونپڑے میں چھوڑ جائیں گے۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔



جوزف نے فون پر بلیک زیرو کو اطلاع دی۔ "میں نے اُسے تلاش کر لیا ہے مسٹر طاہر۔!"

"کہاں ہے....؟"

"نوڈ پریزرورز لمیٹڈ کے لئے کام کرتا ہے۔ نگانا اُس کا نام ہے۔ اب تک اس کی ہڈیاں بھی توڑ
کا ہوتا لیکن پھر سوچا کہ پہلے تمہیں آگاہ کر دوں۔!"

"تم نے بہت اچھا کیا۔!" بلیک زیرو طویل سانس لے کر بولا۔ "تم کہاں سے بول رہے ہو۔!"

"موبار کے جزیرے سے.... وہ کمپنی کے ایک فشنگ ٹرالر پر کام کرتا ہے.... اور یہ ٹرالر
موبار کے ساحل پر لنگر انداز ہے۔!"

"میرے آدمی تم سے کس جگہ ملیں۔!"

"ساحل پر موناکو بار ہے۔ وہیں سے میں ٹرالر پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔!"

"بس نگرانی ہی کرتے رہو۔ چھیڑ چھاڑ مت کرنا۔!"

"میرا خون کھول رہا ہے۔ مسٹر طاہر....!"

"خود کو قابو میں رکھو.... ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔!"

"آخر کرو گے کیا....!"

"اُسے چپ چاپ اٹھا لینا ہے۔!"

"میں سمجھ گیا۔!"

بلیک زیرو نے رابطہ منقطع کر کے ایکس ٹو کے ماتحتوں کو چوکس کرنا شروع کیا۔ اس کی اسکیم
کے مطابق صفدر کو جوزف سے رابطہ قائم کر کے اپنے تین ساتھیوں سمیت نگانا کی نگرانی کرنی تھی
اور موقع ملتے ہی اٹھا کر سائیکو مینشن پہنچا دینا تھا۔

صفدر چوہان، خاور اور نعمانی موبار کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان کی لانچ مخصوص وضع کی تھ
یعنی ضرورت پڑنے پر اُسے جنگی کشتی کی حیثیت بھی دی جاسکتی تھی۔ طویل فاصلے کے رابطوں
ٹرانس میٹر بھی اس پر نصب تھا۔

موبار پہنچ کر انہوں نے اپنی لانچ مونا کوبار سے قریباً دو ڈھائی فرلانگ کے فاصلے پر لنگر انداز
کی اور مونا کوبار کی طرف چل پڑے۔

"جوزف سے غلطی بھی ہوسکتی ہے۔!" کیپٹن خاور نے کہا۔

"اسی لئے ایکس ٹو نے خصوصیت سے نعمانی کو اس ٹیم میں شامل کیا ہے۔!" صفدر بولا۔ "یہ
تصدیق کر سکیں گے۔!"

"کیوں بھئی کیا تمہیں یقین ہے کہ تم تصدیق کر سکو گے۔!" خاور نے نعمانی کے شانے پر
ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"اگر میں اپنی یادداشت کے سہارے اُس کی تصویر بنوا سکتا ہوں تو شناخت بھی کر سکوں گا۔!"

"اندازاً کتنی دیر وہ تمہاری نظروں میں رہا تھا۔!" خاور نے پوچھا۔

"مجھے یاد نہیں۔!"

"کتنے فاصلے سے دیکھا تھا۔!"

"یہ بھی یاد نہیں۔!" نعمانی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "لیکن تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"میں کہنا چاہتا ہوں بسا اوقات خواب بھی حقیقت معلوم ہوتے ہیں۔!"

"یعنی تمہارا مطلب ہے کہ میں نے کوئی خواب دیکھا تھا۔!"

"شاید.... کیونکہ تمہارے بیان کے مطابق وہ ایمبولینس گاڑی سمندر میں غرق ہوگئی تھی اور
وہ سیاہ فام آدمی اُس وقت اسی میں موجود تھا۔ پھر وہ جوزف کو جیتا جاگتا مل جاتا ہے۔!"

"غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرے ساتھ ہی ایکس ٹو بھی پاگل ہوگیا ہے۔!"

"یارو.... اس بحث سے کیا فائدہ....!" صفدر بول پڑا۔ "جو کام ہمیں سونپا گیا ہے ہمیں
صرف اُسی سے غرض ہونی چاہئے۔!"

"سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر راہگیروں پر بھونکنے اور جھپٹنے کو بھی کام کہا جاسکتا ہے۔!" نعمانی
ناخوش گوار لہجے میں بولا۔

"یار تم میں تنویر کی جھلکیاں کیوں نظر آنے لگی ہیں۔!" صفدر ہنس کر بولا۔

خاور کچھ کہنے کی بجائے بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

موناکو بار پہنچ کر جوزف سے ملاقات ہوئی۔ وہ بہت زیادہ پُر جوش نظر آ رہا تھا۔

"وہ اس وقت بھی ٹرالر میں موجود ہے۔!" اس نے صفدر کو اطلاع دی۔ صفدر کے علاوہ اور سے بھی گفتگو نہیں کرتا تھا۔

"اس پر تو کوئی بھی سیاہ فام نہیں دکھائی دیتا۔!" خاور بولا۔

"بہت دیر سے اندر ہے۔!"

"کیا تم نے قریب سے دیکھا تھا۔!"

"گیارہ بج کر پچاس منٹ پر وہ یہیں اسی بار میں بیٹھا پی رہا تھا۔ میں نے اُسے بہت قریب سے دیکھا تھا۔!"

"لہٰذا جب تک وہ دوبارہ یہاں نہیں آتا ہم اُسے قریب سے نہیں دیکھ سکیں گے۔!" خاور مسکرا کر بولا۔

"جوزف نے اُس کے لہجے میں پائے جانے والے طنز کو بڑی شدت سے محسوس کیا اور خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ لیکن اُس نے صفدر کی طرف شکایت آمیز نظروں سے ضرور دیکھا تھا۔

"جلدی کیا ہے.... دیکھ ہی لیں گے۔!" صفدر بولا۔

"لیکن ہم یہاں بیٹھ کر کیا کریں۔ ہم میں سے کوئی پیتا بھی نہیں۔!" خاور نے کہا۔

"دودھ بھی مل جائے گا۔!" جوزف نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ سب خاور کی طرف دیکھ کر ہنس پڑے۔

"میں نے تم سے جواب نہیں مانگا تھا۔!" خاور نے جوزف کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا تم مجھے اظہار خیال کی آزادی سے محروم کر دینا چاہتے ہو مسٹر....؟"

"اپنے کام سے کام رکھو.... بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔!"

"ہاں تو مسٹر صفدر....!" جوزف دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔ "کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے کہ میں نے شناخت کرنے میں غلطی کی ہوگی۔!"

"ہمارے ساتھ وہ آدمی بھی موجود ہے جس نے اُسے دیکھا تھا۔!" صفدر نے نعمانی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ بہت اچھی بات ہے۔!" جوزف اٹھتا ہوا بولا۔ "میں جا کر اُسے ڈیک پر لانے کی کوشش کرتا ہوں۔!"

"نہیں بیٹھو....!" صفدر اُس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھاتا ہوا بولا۔ "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم

انتظار کرلیں گے۔ تمہاری کوشش اسے ہوشیار کرسکتی ہے۔!"

"یار شائد تم سب بہک گئے ہو۔!" خاور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"وہ دیکھو.... وہ رہا۔!" دفعتاً جوزف بولا۔

وہ سب ٹرالر کی طرف متوجہ ہوگئے اور نعمانی نے کہا۔ "تم اُسے قریب سے دیکھ چکے ہو لیکن اس فاصلے سے میں شناخت نہیں کرسکوں گا۔!"

"ٹہلتے ہوئے قریب چلے جاؤ....!" صفدر بولا۔

نعمانی اٹھ گیا تھا اور انہوں نے ٹرالر کی طرف سے توجہ ہٹالی تھی۔ صفدر نے ویٹر کو بلا کر اورنج جوس طلب کیا اور جوزف سے پوچھا کہ وہ کیا پیئے گا۔

"میرے لئے ملک شیک لاؤ۔!" جوزف نے ویٹر سے کہا۔

"تم تکلف نہ کرو.... اپنے لئے وہی منگواؤ جو پینا چاہتے ہو۔!" صفدر نے کہا۔

"شرفاء کے درمیان آنے میں وہ اپنی توہین محسوس کرے گی مسٹر.. اسلئے ملک شیک ہی چلنے دو۔!"

خاور نے پھر اُسے خونخوار نظروں سے دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔!

وہ مشروبات سے شغل کرتے رہے۔ اتنے میں نعمانی واپس آگیا۔

"خدا کی قسم وہی ہے۔!" اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔

وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور نعمانی ہاتھ ہلا کر بولا۔

"لیکن شائد ٹرالر ساحل چھوڑ رہا ہے۔ لنگر اٹھایا جارہا تھا۔!"

"تو پھر ہم یہاں بیٹھے کیا کررہے ہیں۔!" صفدر اٹھتا ہوا بولا۔

وہ باہر نکلے اور اپنی لانچ کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ٹرالر نے ساحل چھوڑ دیا۔

"اُس کے ڈائرکشن پر نظر رکھو....!" صفدر نے کہا۔

بہت تیزی سے وہ اپنی لانچ کی طرف بڑھ رہے تھے اور خاور اس طرح ہنستا جارہا تھا جیسے اپنے ساتھیوں کو اول درجے کے احمق سمجھ رہا ہو۔

لانچ میں پہنچ کر اُس نے کہا۔ "دیکھ لینا شرمندگی کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ اُن کی لانچ بھی اب اُدھر ہی جارہی تھی۔ جدھر ٹرالر گیا تھا۔



عمران اور بلاول باز نے کھانے پینے کی اشیاء کے تھیلے اپنے کاندھوں پر اٹھائے تھے اور

طرف چل پڑے تھے۔ مرسیانا بُری طرح خائف تھی۔ ہر چند کہ ماقبل تاریخ کے وحشیوں کا
راز افشاء ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اس کا دھڑکا تو لگا ہی ہوا تھا کہ کہیں ویسے ہی دو چار اور بھی موجود نہ
ہوں اور بے خبری میں حملہ نہ کر بیٹھیں۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔!" بلاول چلتے چلتے بولا اور عمران بُرا سامنہ بنا کر رہ گیا۔
ساحل کی جانب والی ڈھلان سے اُترتے وقت اس نے کہا۔"تم وان بروف کی پر اسرار
قوتوں کا ذکر کر رہے تھے۔!"

"ہاں... وہ کہتا ہے کہ اس کیلئے کام کرنیوالوں کی کوئی حرکت اُس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔!"

"کیا ایسی کوئی شہادت تمہاری نظروں سے گزری ہے۔!"

"کیوں نہیں.... بارہا ایسا ہوا ہے کہ اس نے اپنے آدمیوں کو سزائیں دی ہیں۔ ایسی باتوں پر
کہ جن کا علم اُن کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔!"

"کس قسم کی سزائیں۔!"

"ایسی سزائیں کہ وہ پھر کبھی نظر نہیں آئے۔!"

"کیا مطلب....!"

"انہیں متحرک چٹانوں پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔!"

"متحرک چٹانیں۔!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں.... اُن چٹانوں کی صحیح پوزیشن کا اندازہ لگانا مشکل ہے کبھی نظر آتی ہیں اور کبھی غائب
ہو جاتی ہیں اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جگہ بدلتی رہتی ہیں۔!"

"کیا تمہارا ذہن قابو میں نہیں ہے....؟" عمران نے پوچھا۔

"کیوں....؟ نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔!"

"پھر یہ چٹانیں کہاں سے نکل پڑیں۔!"

"اُف فوہ.... کیا تم میری باتوں میں بے ربطی محسوس کر رہے ہو۔!"

"بہت زیادہ کیونکہ تم نے یہی نہیں بتایا کہ یہ چٹانیں کہاں اُگتی ہیں.... زمین پر ہیں یا فضا میں
پرواز کرتی رہتی ہیں۔!"

"ارے بھائی سمندر میں ہیں۔!"

"کس طرف....!"

"نوشی ہاربر سے بیس میل کے فاصلے پر میں نے انہیں ایک بار دیکھا تھا۔ پھر دوسری بار یہاں

اسی جزیرے کے قریب دکھائی دی تھیں۔!"

"اور سزا یاب لوگ اُن چٹانوں پر پھکوا دیئے جاتے ہیں۔!"

"ہاں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔!"

وہ ساحل پر پہنچ کر موٹر بوٹ میں بیٹھ گئے اور بلاول نے اُن دونوں سے کہا۔ "تم دونوں یہیں سے باہر مت نکلنا اور میں دن کے اجالے میں موبار کے ساحل پر نہیں جاسکوں گا۔!"

"تو اتنا وقت کہاں گزرے گا۔!" عمران نے پوچھا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو۔!"

"بہت اچھا۔۔۔!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دے کر کہا اور مرسیانا کو لے کر کیبن کے اندر چلا آیا۔

"موٹر بوٹ کے انجن کا شور فضا میں گونجنے لگا تھا۔ پھر وہ حرکت میں آگئی کچھ دیر بعد انجن کا شور کسی قدر کم ہوا تو مرسیانا آہستہ سے بولی۔ "تم نے اُس پر اس حد تک اعتماد کیسے کر لیا۔!"

"تو پھر کیا کرتا۔!"

"میرا مطلب تھا کہ تم بھی کیبن میں کیوں آبیٹھے۔ پتہ نہیں کس طرف لے جائے۔!"

"کیا تمہیں اُس کی باتوں پر یقین نہیں آیا۔!" عمران نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ اُس نے وان بروف کا نام بھی یونہی لے لیا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ لوگ وان بروف کو جانتے ہوں اور یہ بھی جانتے ہوں کہ میں وان بروف کے لئے کام کرتی ہوں۔!"

"کچھ بھی ہو۔۔۔۔ وہ اپنے باس سے برگشتہ ہو چکا ہے۔!"

"یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو۔!"

"اگر ایسا نہ ہوتا تو دوسرے زخمی کو اس بے دردی سے نہ مار ڈالتا۔!"

"اس کا الزام وہ تمہارے سر رکھ کر اپنے باس سے سرخرو بھی ہو سکتا ہے۔ اُسے دوسری کہانی سنا کر کہہ سکتا ہے کہ اس طرح تمہیں اس نے قابو میں رکھا اور فرار نہیں ہونے دیا۔!"

"اوہو۔۔۔۔ اس وقت تو بے حد عقلمندی کی باتیں کر رہی ہو۔!" عمران نے حیرت سے کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "یقیناً ایسا بھی ہو سکتا ہے۔!"

"تمہاری گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ جزیرے کا نام سنتے ہی تم سمجھ گئے تھے کہ اپنے شہر سے کتنی دور ہو۔!"

"ہاں میں سمجھ گیا تھا....!"

"تو پھر کیوں نہ موٹر بوٹ پر تم خود قبضہ کرلو۔ کمپاس کی مدد سے تم اپنے شہر کے ساحل تک پہنچ سکو گے۔!"

"ہاں یہ بھی ممکن ہے لیکن میں تو اس کے باس تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ اپنے شہر کے ساحل تک پہنچ کر کیا کروں گا۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"اپنے شہر سے میں اکتا گیا ہوں۔!"

"آخر ہونا تم بھی درندے ہی۔!"

"درندوں سے بچاؤ کی صرف یہی صورت ہے کہ آدمی خود بھی درندہ ہو جائے۔!" عمران نے کہا اور کیبن سے اُس حصے میں جھانکنے لگا جہاں بلاول بیٹھا موٹر بوٹ چلا رہا تھا۔

"تم پچھتاؤ گے اگر میری بات نہیں سنو گے۔!" مرسیانا عقب سے بولی۔

"مجھے سوچنے دو....!" عمران نے جھنجھلا کر کہا۔

ٹھیک اُسی وقت عمران نے اچانک بلاول کو موٹر بوٹ کا رخ بدلتے دیکھا۔ گویا جدھر سے چلے تھے پھر اُدھر ہی واپس ہو رہی تھی۔ رخ اتنی تیزی سے بدلا گیا تھا کہ مرسیانا لڑکھڑا کر عمران پر آ گری۔

"یہ کیا ہو رہا ہے....!" وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بولی۔

"اُس نے تیزی سے کورس بدلا ہے اور شائد ہم پھر اسی جزیرے کیطرف واپس ہو رہے ہیں۔!"

"تم نے دیکھا....!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بلاول کی آواز آئی۔ "میری کمپنی کا ایک فشنگ ٹرالر ادھر آ رہا ہے۔!"

"تو پھر کیا صورت ہو گی۔!" عمران نے پوچھا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔!"

"تب پھر چارج مجھے دو اور تم کیبن میں آرام کرو۔!"

"نہیں مجھے مر ہی جانا چاہئے.... کسی طرح بھی نہیں بچ سکوں گا۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو میں باہر آ رہا ہوں تم کیبن میں آؤ۔!"

"لیکن تمہاری وجہ سے اور زیادہ جلدی مارے جائیں گے۔ اگر انہوں نے تمہیں دیکھ لیا۔!"

"کیا پوری کمپنی دان بروف کے لئے کام کرتی ہے۔!"

"نہیں.... ہر ٹرالر پر اُس کا ایک خاص آدمی ضرور ہوتا ہے۔!"

عمران دوسرے ہی لمحے میں کیبن سے نکل کر سینے کے بل رینگتا ہوا بلاول کی طرف بڑھ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اُس نے اُس کی گردن دبوچ لی۔ وہ بُری طرح مچلا لیکن پھر ڈھیلا پڑ گیا۔ لیکن دباؤ گردن سے زیادہ بائیں شانے کی ایک رگ پر تھا۔

عمران نے اُسے ایک طرف ڈال کر اسٹیئرنگ خود سنبھال لیا۔ پھر مرسیانا کو آواز دی۔

"آجاؤ... کسی خاص احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ ڈر کے مارے...!"

وہ باہر نکل آئی اور بلاول کو ایک طرف پڑا دیکھ کر بولی۔ "بالآخر تمہیں وہی کرنا پڑا جو میں پہلے کہہ رہی تھی...!"

"خواہ مخواہ... ڈر رہا تھا۔ یہ ایک عام سی موٹر بوٹ ہے اور اس پر کوئی شناختی نشان یا کسی ادارے کا نام بھی نہیں ہے۔ لیکن ٹھہرو کیبن میں ایک ترپال پڑا ہوا ہے۔ اٹھا لاؤ اور اس پر ڈال دو....!"

"وہ تو میں ڈال دوں گی لیکن تم ابھی تک اُسی بدلے ہوئے کورس پر چل رہے ہو...!"

"ہاں میں چاہتا ہوں کہ پیچھے والا ٹرالر آگے نکل جائے۔ پھر دوبارہ اسے راستے پر لگاؤں گا۔ تم پیچھے جا کر اندازہ لگاؤ کہ ہمارے درمیان کتنا فاصلہ ہے...!"

مرسیانا دوسری طرف چلی گئی اور عمران نے موٹر بوٹ کی رفتار برقرار رکھی۔ کبھی کبھی وہ بلاول کی طرف بھی دیکھ لیتا جس پر ترپال پڑی ہوئی تھی۔ وہ پہلے ہی کی طرح بے حس و حرکت تھا۔

مرسیانا نے واپس آکر اطلاع دی کہ محض ٹرالر ہی نہیں ہے بلکہ اُس سے کسی قدر فاصلے سے ایک لانچ بھی ادھر ہی آرہی ہے۔

"کیا اتنا فاصلہ نہیں ہے کہ ہم اُن سے ٹکرائے بغیر اپنی کشتی پھر دوسری سمت موڑ لیں...!"

"نہیں اتنا فاصلہ نہیں ہے۔ خواہ تم کتنا ہی بڑا دائرہ کیوں نہ بناؤ مڑنے کے لئے کسی ایک سے ضرور ٹکراؤ گے...!"

"تو پھر یہی مناسب ہو گا کہ آگے ہی بڑھتے رہیں...!"

"حتیٰ کہ ایندھن ختم ہو جائے...!" مرسیانا طنزیہ لہجے میں بولی۔

"ایندھن کی فکر نہ کرو.... میں نے دیکھا ہے کیبن میں خاصا فالتو ایندھن موجود ہے...!"

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران نے موٹر بوٹ کی رفتار کچھ اور بڑھا دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اُسی جزیرے کا ساحل نظر آنے لگا۔ جس سے وہ فرار ہوئے تھے۔

"کیا پھر یہیں رکو گے....؟" مرسیانا نے پوچھا۔

"فی الحال آگے ہی بڑھتے رہنے کا ارادہ ہے...!"

"اوہ.... دیکھو شائد وہ ہوش میں آ رہا ہے۔!" مرسیانا بولی۔

ترپال میں جنبش ہو رہی تھی۔ اچانک بلاول نے ہاتھ مار کر ترپال کا گوشہ اپنے چہرے سے ہٹایا اور اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے وہ بینائی سے محروم ہو گیا ہو۔

"اس کے ہاتھ پیر باندھ دو.... ورنہ دشواری میں ڈالے گا۔!" مرسیانا نے کہا اور عمران سر کو جنبش دے کر رہ گیا۔

اب موٹر بوٹ اُس جزیرے سے کسی قدر آگے نکل آئی تھی۔ دفعتاً بلاول اٹھ بیٹھا اور خاموشی سے عمران کو دیکھتا رہا۔ اُدھر عمران کا یہ عالم تھا جیسے اُسے اُس کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔

"ہم کدھر جا رہے ہیں۔!" کچھ دیر بعد بلاول نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ٹرالر کے آگے لیکن اُدھر سے ابھی تک کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی جس کی بناء پر یہ سمجھا جاسکے کہ ہم خطرے میں ہیں۔!"

ٹھیک اُسی وقت فائروں کی آوازیں سنائی دیں اور بلاول بوکھلا کر بولا۔ "دیکھا تم نے دیکھا۔!"

"آوازیں دور کی ہیں۔ اچھی بات ہے اب تم پھر میری جگہ بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔!"

"جہنم میں جائے۔!" بلاول نے کہا اور لیٹ کر ترپال اپنے اوپر کھینچ لی۔

عمران نے بُرا سا منہ بنا کر مرسیانا کی طرف دیکھا اور وہ شانے سکوڑ کر رہ گئی۔

"تم دیکھو وہ ٹرالر اب بھی نظر آ رہا ہے یا نہیں۔!" اُس نے مرسیانا سے کہا۔

"اگر گولی لگ گئی تو....!"

"اچھا تو تم میری جگہ بیٹھو.... اتنا تو کر سکو گی۔!"

"میں موٹر بوٹ کو ہینڈل کر سکتی ہوں۔!"

"تم نے اچھی خبر سنائی.... اب میں دیکھ لوں گا اور بلاول باز تم یونہی چپکے پڑے رہو گے۔!"

"مجھے پریشان مت کرو....!" ترپال کے نیچے سے آواز آئی۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔!"

"یہ اور بھی اچھا ہے۔!" عمران کہتا ہوا اٹھ گیا۔ مرسیانا نے اُس کی جگہ سنبھال لی اور وہ بوٹ کے عقبی حصے میں آیا۔

ٹرالر اور لانچ نظر نہیں آ رہے تھے لیکن فائروں کی آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔

عمران تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اگلے حصے کی طرف پلٹ آیا۔ لانچ یا ٹرالر کے نظر نہ آنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ انہیں بہت پیچھے چھوڑ آیا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی کشتی کو دوبارہ مخالف سمت میں اس طرح موڑ سکتا تھا کہ کسی سے بھی ٹکراؤ کا خدشہ باقی نہ رہتا۔

"اب ہٹ جاؤ۔!" عمران نے مرسیانا سے کہا اور اُس کے ہٹتے ہی خود اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ لمبا چکر لے کر اس نے کشتی موڑی تھی۔ مرسیانا کی نظر بلاول پر جمی ہوئی تھی اُس نے عمران کے کان میں کہا۔ "عجیب آدمی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے سچ مچ سو رہا ہو۔!"

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور بدستور سامنے ہی نظر جمائے رہا۔

فائروں کی آوازیں لحظہ بہ لحظہ قریب ہوتی جا رہی تھیں۔

"یہ کدھر جا رہے ہو....؟" دفعتاً مرسیانا اُس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولی۔

"موت کے منہ میں.... تمہیں کوئی اعتراض ہے۔!" عمران نے کہا۔

"ہاں مجھے اعتراض ہے۔!"

"تو سمندر میں چھلانگ لگا دو.... مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو....!"

"مجھے تو اُدھر ہی جانا ہے۔ ہر حال میں جاؤں گا۔ تم کیبن میں جا کر پیٹ کے بل لیٹ جاؤ۔" اس نے ایسا ہی منہ بنایا تھا جیسے کہہ رہی ہو۔ "جہنم میں جاؤ۔!" اور کیبن میں چلی گئی تھی۔

"بھائی یہ فائرنگ کی آوازیں کیسی ہیں۔!" بلاول نے ترپال سے منہ نکالے بغیر پوچھا۔

"بھائی تم بھی چپ چاپ پڑے رہو۔ ورنہ اٹھا کر پانی میں پھینک دوں گا۔!"

"مجھے لاعلم نہ رکھو.... ورنہ مارے جاؤ گے۔!" بلاول نے کہا۔

"ترپال کے نیچے پہنچتے پہنچتے خبریں باسی ہو جائیں گی۔ اس لئے کوئی فائدہ نہیں۔!"

جزیرے کا ساحل نظر آنے لگا تھا۔ عمران نے کشتی کچھ اور کاٹی تاکہ ساحل کے سامنے سے گزرتے وقت فاصلہ زیادہ رہے۔

اور پھر اُس نے دیکھا کہ لانچ اور ٹرالر کے درمیان فائرنگ ہو رہی تھی۔ دونوں ہی کسی قدر فاصلے سے ساحل پر لنگر انداز تھے۔ عمران نے اسٹیئرنگ کے نیچے رکھی ہوئی دوربین اٹھائی اور ساحل کی طرف دیکھنے لگا۔ پہلے ٹرالر کو فوکس میں لیا تھا۔ پھر لانچ کی طرف دوربین گھماتے ہی اچھل پڑا کیونکہ لانچ اُسی کے محکمے کی تھی۔

"کیوں بھائی کیا قصہ ہے۔!" دفعتاً بلاول نے پھر سوال کیا۔

"تمہارے فشنگ ٹرالر اور ایک لانچ کے درمیان فائرنگ ہو رہی ہے۔!"

"کیا کسٹمز کی لانچ ہے۔!"

"پتا نہیں....!"

"نکل چلو.... تیزی سے نکل چلو....!"

"کیا اس موٹر بوٹ پر اسلحہ موجود نہیں ہے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"گویا تم دونوں کے تحفظ کا سرے سے کوئی انتظام ہی نہیں تھا۔!"

"اس جزیرے کے قیدی نہتے کر کے یہاں بھیجے جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے لئے اُن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔!"

عمران نے بوٹ کو کچھ آگے بڑھا کر پھر جزیرے کی طرف موڑا اور ایسے کنارے کی طرف لے جانے لگا جہاں سے صرف لانچ نظر آ رہی تھی۔ ٹرالر نہیں دکھائی دیتا تھا۔

فائرنگ کی آوازیں یہاں بھی پہنچ رہی تھیں۔ عمران نے انجن بند کر کے لنگر کنارے پھینک دیا۔

"یہ کہاں رک رہے ہو۔!" بلاول نے بوکھلا کر ترپال چہرے سے ہٹا دی۔ مر سیانا بھی کیبن سے نکل آئی۔

"اوہ.... دیوانے یہ تم کیا کر رہے ہو....!" وہ دانت پیس کر بولی۔

"ہائیں تم زندہ ہو....!" عمران نے حیرت سے کہا اور دوربین اٹھا کر لانچ کا جائزہ لینے لگا۔ اپنے ایک ایک ماتحت کو پہچانا۔ وہ پوزیشن لئے فائرنگ کر رہے تھے۔ پھر شائد جوزف کی نظر موٹر بوٹ پر پڑ گئی اور رائفل سنبھالے اُس کی طرف پلٹ پڑا۔ لیکن قبل اس کے کہ فائر کرتا عمران نے زبان کے نیچے دو انگلیاں دے کر مخصوص انداز میں تیز سیٹی بجائی اور پھر اُس نے دیکھا کہ جوزف نے رائفل پھینک کر سمندر میں چھلانگ لگا دی ہے ساتھ ہی اُس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا بھی تھا۔

"وہ دیکھو....!" مر سیانا مضطربانہ انداز میں بولی۔ "وہ کالا آدمی تیرتا ہوا ادھر ہی آ رہا ہے۔!"

"کک.... کون کالا آدمی۔!" بلاول بوکھلاہٹ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ جوزف پانی پر لمبے لمبے ہاتھ مارتا ہوا تیزی سے بڑھا آ رہا تھا۔

"اُف.... فوہ....!" بلاول بڑبڑایا۔ "اب مارے گئے۔ لیکن اگر وہ اس لانچ سے کودا ہے تو ارے ٹرالر کہاں ہے۔!"

"چپ چاپ بیٹھ جاؤ....!" عمران غرایا۔

"باس....!" جوزف کسی قدر قریب پہنچ کر چیخا۔

"ہاں ٹھیک ہے چلے آؤ۔!" عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

”تت.... تو تم.... اُسے جانتے ہو۔!“ مرسیانا بولی۔

”میرا باڈی گارڈ ہے اور اس لانچ پر میرے ہی آدمی ہیں۔!“

”تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔!“ بلاول ہنس پڑا لیکن عجیب خوف زدہ سی ہنسی تھی۔

جوزف بوٹ پر چڑھ آیا اور عمران کے سامنے دو زانو بیٹھ کر اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور انہیں چومنے لگا۔ آنکھوں سے لگانے لگا۔ پھر بولا۔ ”وہ سارے خبیث یہی کہہ رہے تھے باس کہ تم ایمبولینس گاڑی سمیت غرق ہو گئے لیکن مجھے یقین نہیں تھا۔ پھر میں نے اُس کالے کو تلاش کیا جو ایمبولینس گاڑی میں تمہارے ساتھ تھا۔!“

جوزف نے جلدی جلدی پوری کہانی دہرائی تھی.... اور بلاول پُر تشویش انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”بے شک نگانا ہی ہو گا۔ وان بروف کے بے حد خاص آدمیوں میں سے اور ہم سب سے زیادہ جانتا ہے۔!“

دفعتاً لانچ سے مائیک پر کہا گیا۔ ”بہتر یہی ہے کہ تم نہتے ہو کر ساحل پر اتر جاؤ۔ ورنہ ہمارے پاس ہلکی توپ بھی ہے۔ ٹرالر کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ دس تک گننے کے بعد ہم توپ سے فائر کریں گے۔ ایک.... دو.... تین.... چار.... پانچ.... چھ.... سات.... آٹھ.... نو.... دس۔!“

اور پھر سناٹا چھا گیا۔

”کیا ہو رہا ہے.... یہ کیا ہو رہا ہے۔!“ مرسیانا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

”بے فکر ہو جاؤ.... میرے ساتھیوں نے انہیں قابو میں کر لیا ہے۔!“ عمران نے کہا اور جوزف سے بولا۔ ”دیکھو کیا پوزیشن ہے۔!“

”تم اس پر خوش ہو رہے ہو کہ تمہارے ساتھیوں نے ان پر قابو پالیا ہے۔!“ بلاول نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”کیا مجھے خوش نہ ہونا چاہئے۔!“

”انہوں نے ٹرالر سے خطرے کا سگنل دے دیا ہو گا اور اسے نوٹ کرو کہ تم لوگ کسی بڑی دشواری میں پڑنے والے ہو۔!“

”ہو سکتا ہے۔!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”ارے تم تو نکل چلو.... تمہارے ساتھی بعد میں آتے رہیں گے۔!“ مرسیانا بولی۔

عمران نے لنگر اٹھایا اور آؤٹ بورڈ پر اسٹارٹر کا بٹن دباتا ہوا مرسیانا سے بولا۔ ”اب رات اس جزیرے پر بسر ہو گی۔“ موٹر بوٹ کو اپنے محکمے کی لانچ کی طرف بڑھا لے گیا۔

دوسری طرف فشنگ ٹرالر کے لوگ نہتے ہو کر ساحل پر اُتر گئے تھے اور عمران کے ساتھیوں نے انہیں باندھ لیا تھا۔ وہ تعداد میں آٹھ تھے۔ جن میں نگانا بھی شامل تھا۔۔۔ اور وہ سب مسلسل پوچھے جا رہے تھے کہ آخر اُن کا قصور کیا ہے اور وہ کون ہیں اور کس استحقاق کی بناء پر انہوں نے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے۔

ٹھیک اُسی وقت عمران کی بوٹ وہاں پہنچ گئی اور اس پر نظر پڑتے ہی نگانا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

مرسیانا نے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ہاں یہی تھا۔!"

"کیا مطلب۔۔۔ میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہی ہو۔ میں نہیں جانتا تم کون ہو۔!" نگانا نے دلیر بننے کی کوشش کی۔

"میں تمہیں نہیں بھول سکتی۔ تم ہی نے اس پر ایک بوڑھے مریض کا میک اپ کیا تھا۔!" مرسیانا نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تمہاری یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔!" نگانا نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

نعمانی کبھی مرسیانا کو دیکھتا تھا اور کبھی نگانا کو۔

ٹھیک اسی وقت انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی اور وہ چونک کر مڑے بلاول باز نے موٹر بوٹ کا لنگر اٹھا دیا تھا اور جتنی دیر میں عمران اس تک پہنچتا وہ تیر کی طرح کھلے سمندر میں نکلی چلی گئی۔ غلطی عمران ہی سے سرزد ہوئی تھی کہ اُس نے بلاول کو موٹر بوٹ میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔

"کیا میں لانچ میں اُس کا تعاقب کروں باس۔۔۔!" جوزف نے عمران سے پوچھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ وہ آزادی سے مرنا چاہتا ہے۔ لیکن اب ہمیں یہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ صرف نگانا کو ساتھ لے چلو۔۔۔ بقیہ لوگوں کو یہیں باندھ کر ڈال دو۔!"

"اور تمہاری گاڑی کا کیا ہوگا۔ وہ بھی تو یہیں ہے غالباً اُس طرف۔۔۔!" مرسیانا نے مشرق کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اُسے بھی یہیں چھوڑ دو۔۔۔ پھر دیکھا جائے گا۔!"

کچھ دیر بعد لانچ وہاں سے روانہ ہوگئی۔ اسی دوران میں نعمانی عمران کو اس کے اغواء کی داستان سناتا رہا تھا۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ ایمبولینس گاڑی غرق ہوگئی تھی۔۔۔؟" عمران نے سوال کیا۔

"اُسی طرح جیسے اس پر یقین ہے کہ اس وقت تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔!"

عمران نے مرسیانا کی طرف دیکھا۔

"میں کیا بتاؤں... مجھے بھی انہوں نے راستے ہی میں بے ہوش کر دیا تھا۔ تمہیں بتا چکی ہوں۔"

"اب تم اپنی زبان کھولو.....!" عمران نگانا کی طرف مڑ کر بولا۔

اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور وہ فرش پر دوزانو بیٹھا ہوا تھا۔

"میں کیا بولوں میری سمجھ ہی میں نہیں آرہیں تمہاری باتیں۔!"

"تم کس کے لئے کام کرتے ہو.....!"

"سی فورڈ پریزرورز لمیٹڈ کا ملازم ہوں۔!"

"وہ تو دکھاوے کا پیشہ ہے اصل میں کس کے لئے کام کرتے ہو۔!"

"اس کے علاوہ اور کسی کے لئے کام نہیں کرتا۔!"

"تمہارے خلاف دو شاہد موجود ہیں۔!"

"میں سمجھا.....!" وہ سر ہلا کر بولا۔ "مجھے کسی مقدمے میں پھانسنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ میں ان دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا۔!"

"یہ جھوٹا ہے.... پہلے یہی آیا تھا.... میرے کمرے میں۔!" مرسیانا پیر پٹخ کر بولی۔

"آخر تم لوگ ہو کون....!" نگانا آنکھیں نکال کر بولا۔

"اوہو.... تو واقعی تم مجھے نہیں پہچانتے۔!" عمران مسکرا کر بولا۔

"میں اب تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ پتا نہیں تم لوگ کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو۔!"

"اُس کا نکل جانا اچھا نہیں ہوا باس.....!" جوزف آہستہ سے بولا۔ "بے حد افسوس ہوا۔!"

"فکر مت کرو۔"

کیپٹن خاور عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "بے حد افسوس ہوا۔"

"مجھے زندہ دیکھ کر.....؟" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"لڑکی دلآویز ہے۔!" چوہان نے کہا۔

"شکریہ.....!" عمران نے اُس کی طرف مڑ کر بائیں آنکھ دبائی۔

"لیکن اس بھوت کا کیا کریں.....!" صفدر نے نگانا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تمہارا مہمان رہے گا۔!" عمران نے کہا اور پھر مرسیانا سے بولا۔ "تم تو اپنے بیان پر قائم رہو گی۔"

"وان بروف کے بارے میں جتنا جانتی ہوں تمہیں بتا چکی ہوں اور یقین کرو کہ اس سے آگے

ی مرحلے پر انحراف نہیں کروں گی۔!"

نگانا اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھے جارہا تھا۔ ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اگر ہاتھ کھلے ہوتے تو بے اختیار اُس پر جھپٹ پڑتا۔

"ماری گئی بیچاری....!" خاور ٹھنڈی سانس لے کر اردو میں بولا۔

"تدفین تمہارے ذمے....!" عمران نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میں یہ عورتیں کیا دیکھتی ہیں۔!" خاور نے نہایت سنجیدگی سے سوال کیا۔

"کلی پھندنے.... لیکن تم اس پریشانی میں کیوں مبتلا ہوگئے ہو۔!"

"اس لئے کہ ہمیں خواہ مخواہ دوڑ دھوپ کرنی پڑی ہے۔!"

دفعتاً بلاول والی موٹر بوٹ پھر نظر آئی۔ جدھر گئی تھی اُدھر سے پھر اُسی سمت پلٹ آئی جس طرف لانچ جارہی تھی۔ وہ ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ کہہ بھی رہا تھا۔

نانگانا نے قہقہہ لگایا لیکن عمران اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر مائیک کی طرف جھپٹا اور جلدی جلدی کہنے لگا۔ "ٹھہرو.... ٹھہر جاؤ.... بلاول اسی میں تمہاری بھلائی ہے تم نے دیکھا کہ وہ تمہارے پیچھے نہیں آئے تھے... ٹھہرو... بلاول لانچ پر آجاؤ.... موٹر بوٹ چھوڑ دو....!"

لیکن بلاول نے ایک نہ سنی۔ نگانا قہقہے لگاتا رہا۔ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر مائیک ہٹا دیا۔

"شائد تم پر بہت زیادہ بدحواسی طاری ہے۔!" خاور نے ہنس کر کہا۔

"یہ شخص مفت میں مارا جائے گا۔!" عمران بولا۔

موٹر بوٹ لانچ سے آگے نکل کر نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔



بلاول پر بدحواسی طاری تھی۔ اُس نے کشتی اُسی سمت موڑلی تھی جدھر لانچ جارہی تھی اور ہاتھ ہلا کر کہا تھا۔ "بھاگو.... اپنی جانیں بچاؤ....!" وہ کشتی کو لانچ سے آگے نکال لے گیا تھا۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جان بچانے کے لئے جائے گا کدھر؟ کیا وہ متحرک چٹانیں اس کا پیچھا چھوڑ دیں گی جنہیں اس نے سطح سمندر پر ابھر کر اپنی راہ میں حائل ہوتے دیکھا تھا۔ بہرحال اُس نے تو اس نے اپنی کشتی تیزی سے گھمائی تھی اور پھر اُسی سمت بھاگ نکلا تھا جہاں سے کشتی لے کر

فرار ہوا تھا۔ پھر لانچ پر نظر پڑی تھی اور اس نے فاصلہ برقرار رکھ کر کشتی کو لانچ کے متوازی رکھا
تھا۔ مائیک پر عمران کی وارننگ بھی سنی تھی لیکن سب لاحاصل.... اُس پر تو اضطراری کیفیت
طاری تھی۔ کشتی کی رفتار بڑھاتا رہا۔ پھر لانچ اتنی پیچھے رہ گئی کہ اس کا نظر آنا بند ہو گیا۔

اچانک بائیں جانب نگاہ اٹھی اور اُس کے حلق سے بے ساختہ قسم کی چیخ نکل گئی۔ بہت دور
ایک سیاہ دھبہ حرکت کرتا نظر آرہا تھا۔ گویا وہ چٹانیں اس کے متوازی ہی حرکت کر رہی تھیں
لیکن اس بار وہ کشتی کا رخ نہ بدل سکا۔ کیونکہ وہ اس متحرک دھبے پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ رخ بدلتا تو
دھبہ عقب میں چلا جاتا اور دونوں کے درمیان کشتی کا کیبن حائل ہو جاتا۔

خدا خدا کر کے موبار کا ساحل دکھائی دیا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ وہ کشتی کو ساحل کے اُس حصے کی
طرف لیتا چلا گیا جو زیادہ تر ویران ہی رہتا تھا۔

بدحواسی کے عالم میں لنگر خشکی پر پھینکا اور کشتی سے چھلانگ لگا دی۔

اب وہ اندھادھند دوڑ رہا تھا۔ جانتا تھا کہ موبار میں کہاں پناہ لے سکے گا۔ چٹانوں کا خوف اب
دل سے نکل گیا تھا۔ وہ دوڑتا رہا۔ لیکن آبادی میں پہنچ کر اُسے اپنی رفتار سست کرنی پڑی تھی اور
روشن حصے میں آتے ہی معمول کے مطابق چلنے لگا۔ اپنی منزل سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ذرا سی ہی
دیر میں اپنے ایک رشتے دار کے مکان تک پہنچ جاتا لیکن جیسے ہی ایک ویران گلی میں داخل ہوا کوئی
ٹھنڈی سی چیز کنپٹی سے آلگی۔ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ بالکل ایسا ہی لگا جیسے شریانوں میں خون
منجمد ہو گیا ہو۔ سارے جسم میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں دوڑنے لگیں۔

"بائیں طرف مڑ جاؤ۔!" کسی نے سرگوشی کی اور کنپٹی پر ٹھنڈے لوہے کا دباؤ بڑھ گیا۔

اب وہ چل نہیں گھسٹ رہا تھا۔ سارے احساسات دھواں ہو کر رہ گئے تھے۔ اُسے ہوش نہیں تھا
کہ کتنی دور چل کر ایک عمارت میں داخل ہوا تھا اور پھر روشنی میں پہنچتے ہی ایسا لگا جیسے ذہن میں
دھماکا سا ہوا ہو۔ لیکن یہ دھماکا اس پستول سے نہیں ہوا تھا جس کی نال اس کی کنپٹی پر رکھی ہوئی
تھی۔ اسے ایک طرح سے بصارت ہی کا دھماکا کہا جاسکتا تھا کیونکہ اُس کی نگاہ بھاری جبڑوں اور
خونخوار آنکھوں والے وان بروف پر پڑی تھی۔ وہ اسے چند لمحے گھورتا رہا۔ پھر غیر متوقع طور پر
بے حد نرم لہجے میں بولا۔ "بیٹھ جاؤ۔!"

اُس کمرے میں وہ تنہا تھا اور سامنے کئی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ خود آتشدان کے قریب کھڑا
تھا۔ پھر اُس نے اس آدمی کو چلے جانے کا اشارہ کیا جو بلاول کو یہاں تک لایا تھا۔

"میں نے کہا تھا کہ بیٹھ جاؤ۔!" اس نے پھر بلاول سے کہا۔

"شش.... شکریہ.... باس....!" بلاول ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ لیکن اُس کا پورا جسم
ی طرح کانپ رہا تھا۔
"مجھے سب کچھ معلوم ہے۔!" وان بروف نے کہا اس کے لہجے کی نرمی اب بھی برقرار تھی۔
"م.... میں کیا کرتا باس....!"
"ہاں تم مجبور تھے۔ تمہیں اُن آدم خوروں کی اصلیت نہیں بتائی گئی تھی۔!"
"یہی بات تھی باس....!"
"تمہاری گفتگو کا ایک ایک لفظ مجھ تک پہنچتا رہا تھا۔ جزیرے میں بھی اور کشتی میں بھی۔!"
"میں بہت خوفزدہ تھا باس....!"
"قدرتی بات ہے۔!"
"تو مجھے معاف کر دیا گیا۔!"
"ابھی نہیں....!"
"پپ.... پھر....!"
"تم نے اُسے متحرک چٹانوں کے بارے میں بھی بتایا تھا۔!"
"مجھے کچھ ہوش نہیں باس....!"
بلاول ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے اُسے دیکھتا رہا کچھ بولا نہیں۔
"تم اب بھی میرے لئے کام کر رہے ہو۔!" وان بروف نے کہا۔
"شش شکریہ باس....!"
"لیکن تم چھپ چھپ کر اُس سے ملتے رہو گے۔!"
"م.... میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔!"
"تمہیں اس سے آگاہ کر دیا جائے گا۔!"
"میں آپ کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دوں گا اور باس اُن لوگوں نے ٹرالر کے سارے آدمی
بڑ لئے ہیں۔!"
"صرف ٹگانا کو لے گئے ہیں۔!" وان بروف نے پرسکون لہجے میں کہا۔
"تو پھر.... تو پھر....!" وہ ہاتھ ملتا ہوا بولا۔
"تو پھر کچھ بھی نہیں.... تم صرف اپنے کام سے کام رکھو۔!"
"بہت بہتر باس....!"

"بس تو پھر سکون سے اپنے گھر جاؤ.... تمہیں ہدایات ملتی رہیں گی لیکن اُس پر تمہیں یہ ظاہر کرنا پڑے گا کہ مجھ سے چھپتے پھر رہے ہو۔!"

"ایسا ہی ہو گا باس....!"

وان بروف نے ہاتھ ہلا کر ملاقات ختم کر دی۔



بحری فوج حرکت میں آ گئی تھی ناریل کے درختوں والے جزیرے پر اب اس کا قبضہ تھا عمران کی کار وہاں سے اٹھوا کر ایک ٹرالر پر بار کرائی گئی تھی اور اُسے عمران تک پہنچا دیا گیا تھا۔

مرسیانا عمران ہی کے ساتھ تھی لیکن وان بروف کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ مرسیانا کے ساتھ کئی ہپی گرفتار کر لئے گئے تھے اور ان کے ذریعے بہت کچھ انکشاف ہوا تھا۔ لیکن عمران کو تو وان بروف کی تلاش تھی۔ مرسیانا کو وہ اپنے ساتھ فلیٹ ہی میں لے آیا تھا اور جولیانا فٹنر واٹر ہر وقت اُس کے سر پر مسلط رہنے کی کوشش کرتی تھی۔

ادھر گلرخ اور سلیمان کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ گلرخ کو مرسیانا کا وجود کھل رہا تھا اور سلیمان کا قول تھا کہ جولیا اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ صاحب کے لئے مرسیانا ہی مناسب رہے گی اور "صاحب" کا یہ حال تھا کہ دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ پیٹ کر انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتا کہ وہ اُن دونوں میں سے کسی کے بھی قابل نہیں ہے۔

"یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔!" سلیمان بولا۔

"اچھا بے۔!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔ "کیوں نہیں ہو سکتا۔!"

"میری مرضی....!" سلیمان سر جھٹک کر بولا۔

"کیا.... کیا.... کیا.... تیری مرضی۔!"

"آپ نے میری ایک شادی کرائی تھی۔ میں بطور احسانمندی آپکی کئی شادیاں کراؤں گا۔!"

"ایک آدھ میری قبر میں ٹھونس دیجیو۔!"

"اسے بکنے دیجئے صاحب مجھے مس جولیا بہت اچھی لگتی ہیں۔!" گلرخ بولی۔

"ٹم ڈونو پاگل ہے۔!" جوزف غرایا۔

"تو چپکا رہ بے۔!" سلیمان نے اُسے جھڑک دیا۔

"باس شادی نہیں کرے گا۔!"

"کرے گا کیسے نہیں....!"

عمران وہاں سے نکل بھاگنے کے لئے پلٹا ہی تھا کہ کسی نے باہر سے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔

"دیکھو....!" عمران نے جوزف کی طرف مڑ کر کہا۔

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ واپس آیا تو عجیب سی شکل ہو رہی تھی۔

"کک.... کیوں.... کیا بات ہے۔!" عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ایک عورت ہے باس....!"

"تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔!"

"یہ لوگ میری شادی کی بات کرنے لگیں گے۔!"

"تیرا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"وہ عورت میری ہی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔!"

"اوہ.... ہو کوئی سیاہ فام عورت....!"

"ہاں باس....!" جوزف دردناک لہجے میں بولا۔

"اُسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں آرہا ہوں۔!"

"اُن دونوں کو اُدھر نہ آنے دینا باس....!" کہتا ہوا جوزف چلا گیا۔

"یہ روئے کیوں دے رہا تھا۔!" سلیمان نے پوچھا۔

"اُس کا بھی جوڑا آگیا ہے شائد....!" گلرخ نے کہا۔ میٹرک پاس تھی۔ تھوڑی بہت انگلش سمجھ ہی سکتی تھی۔

اب تم دونوں خاموش ہو جاؤ۔!" عمران انہیں گھونسہ دکھا کر بولا۔ "ورنہ قیمہ کر کے رکھ دونگا۔!"

"ناغے کا دن ہے کباب ہی ہو جائیں گے۔!" گلرخ سلیمان کی طرف دیکھ کر بولی اور عمران ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ سچ مچ ایک سیاہ فام عورت ڈرائنگ روم میں بیٹھی نظر آئی لیکن جوزف کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ شائد باہر چلا گیا تھا۔ عورت اسے دیکھ کر اٹھ گئی اور عمران اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔

دفعتاً وہ عورت بھاری آواز میں بولی۔ "میں بلادل باز ہوں۔!"

"ہائیں.... تو کیا ڈر کے مارے عورت ہو گئے ہو۔!" عمران نے حیرت سے کہا۔

اور بلاول گلوگیر آواز میں بولا۔ "میرا مذاق مت اڑاؤ.. میں اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں۔!"

"لپ اسٹک تو بڑے سلیقے سے لگائی ہے۔!"

"مسٹر مجھ پر رحم کرو....!"

"لیکن تمہیں میرا پتہ کیسے معلوم ہوا۔!"

"بس کسی طرح ڈھونڈ نکالا۔!"

"ذریعہ معلوم کئے بغیر میں بات آگے نہیں بڑھنے دوں گا۔!"

"تمہارے سیاہ فام باڈی گارڈ کی تصویر میں نے ایک عورت کے پاس دیکھی تھی۔!"

"جوزف کی....!"

"ہاں... اُسی کی اور میں اُس عورت کا پتہ بھی بتا سکتا ہوں۔ تم مسٹر جوزف سے تصدیق کر لینا۔!"

"ضرور بتاؤ پیا.... میں ضرور تصدیق کروں گا۔!"

"سلور اسٹریک بار کی مالکہ فیمی....!"

"کیا وہ بھی سیاہ فام ہے۔!"

"ہاں اور مسٹر جوزف کی گہری دوستوں میں سے ہے۔!"

"جوزف....!" عمران نے آواز دی۔

لیکن جواب نہ ملا۔ شاید آس پاس موجود ہی نہیں تھا۔

"کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔!"

"تمہیں بھی نہیں ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ورنہ اس طرح میرا ساتھ نہ چھوڑ بھاگتے۔!"

"میں بہت خائف تھا مسٹر....!"

"چائے پیو گے یا کافی....!"

"کچھ بھی نہیں... بس تم مجھے ایسی جگہ چھپا دو... جہاں وان بروف کے ہاتھ نہ پہنچ سکیں۔!"

"وان بروف.... وہ تو خود بھاگا پھر رہا ہے۔ ابھی تک ہاتھ نہیں لگ سکا۔ ساجد پیٹرسن والے کہتے ہیں کہ یورپ کے دورے پر نکل گیا ہے۔!"

"اس کے اصل ٹھکانے سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔!"

"تم کتنے ٹھکانوں سے واقف ہو۔!"

"مم.... میں.... کسی سے بھی نہیں....!"

"لیکن تم فرار ہونے کے بعد پھر ہماری ہی طرف کیوں پلٹ آئے تھے۔!"

"اُوہ... میرے خدا....!" اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ سارا جسم کانپنے لگا تھا۔

"ذرا احتیاط سے کہیں.... لپ اسٹک پھیل نہ جائے۔!" عمران نے کہا۔

"اوہ.... مسٹر.... مجھ پر رحم کرو....!" وہ بدستور کانپتا ہوا بولا۔ "میں نے وہ متحرک چٹانیں اپنی راہ میں حائل ہوتی دیکھی تھیں اور پھر اُسی طرف پلٹ آیا تھا۔ پھر پتا نہیں کس طرح موبار تک پہنچا تھا۔"

"میں نے تمہیں روکنے کی کوشش کی تھی۔!"

"اور میں نے تم سے کہا تھا کہ بھاگو.... موت پیچھا کر رہی ہے۔!"

"لیکن ہمیں تو وہ متحرک چٹانیں نہیں دکھائی دی تھیں۔!" عمران نے کہا۔

"بہت فاصلے پر تھیں۔ مشرق کی جانب.... ایک متحرک سیاہ دھبے کی شکل میں۔!"

"جب تک اُن کو خود نہ دیکھ لوں.... ایسی چٹانوں کے وجود پر یقین نہیں کر سکتا۔!"

"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے مسٹر....!"

"اور میں بھی اسے سچ کیوں سمجھ لوں....!"

"تمہاری مرضی.... میں تو صرف زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ ٹرالر والوں کو تم نے پکڑ لیا تھا۔ اُن میں ٹگاٹا بھی تھا جو وان بروف کے بہت ہی خاص آدمیوں میں سے ہے۔ تم چٹانوں کے بارے میں اس سے تصدیق کر سکتے ہو۔!"

"وہ اب اس دنیا میں کہاں کہ اُس سے تصدیق کر لوں گا۔!"

"کیوں کیا تم نے اُسے مار ڈالا....؟"

"نہیں اُس نے خودکشی کر لی.... کسی قسم کا زہر تھا اُس کے پاس....!"

"خدا کی پناہ....!"

"وان بروف کو تم نے آخری بار کہاں دیکھا تھا۔!"

"سی بریز والی ساحلی تفریح گاہ میں۔ اسے بھی تین چار ماہ ہو گئے۔ ہدایات فون پر ملتی ہیں۔!"

"تم نے یہ شہر ہی چھوڑ دینے کی کوشش کیوں نہیں کی۔!"

"میں کہیں نہ بچ سکوں گا.... اور شائد تمہارے علاوہ اور کوئی مجھے بچا بھی نہ سکے۔!"

"اس یقین اور اعتماد کی وجہ....!"

"بغیر کسی وجہ اور دلیل کے یہ خیال میرے ذہن میں جم گیا ہے۔!"

"مجھ سے آنکھ ملا کر بات کرو بلاول....!" عمران سانپ کی طرح پھپھکارا۔

"مم.... مم.... کیا مطلب....!"

"تمہارے چہرے پر جھوٹ لکھا ہوا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"اُس نے تجھے کسی شرط پر زندگی کی بھیک دی ہے۔!"

"کک.... کیا بات ہوئی۔!"

"سچی بات.... بلاول....!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس طرح یقین دلاؤں تم ہر معاملے میں مجھے جھوٹا سمجھو گے۔ ٹگانا بھی مر گیا۔ ورنہ وہ میرے ہر بیان کی تصدیق کر دیتا۔!"

"لیکن میں اس سلسلے میں مطمئن ہوں۔!"

"کس سلسلے میں۔!"

"اسی سلسلے میں کہ تمہیں زندہ دیکھ رہا ہوں۔!"

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں مر جاؤں۔!" وہ گلوگیر آواز میں بولا۔

ٹھیک اُسی وقت مرسیانا کمرے میں داخل ہوئی۔ پھر کچھ فاصلے ہی پر ٹھٹھک کر رہ گئی۔

"آؤ.... آؤ....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

وہ بلاول کو غور سے دیکھتی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اتنے میں جوزف کے قدموں کی چاپ سن کر عمران نے اُسے بھی آواز دی۔ وہ آیا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"کیا تم سلور اسٹریک بار کی مالکہ کو جانتے ہو۔!" عمران نے اُس سے پوچھا۔

"جانتا ہوں باس....!"

"کیا اُس کے پاس تمہاری کوئی تصویر بھی ہے۔!"

"ہو سکتی ہے باس.... کیونکہ وہ میری ہم وطن ہے اور میں اُسے بہت دنوں سے جانتا ہوں۔!"

"اور وہ تمہارا اپتا بھی جانتی ہے۔!"

"میرے سارے جاننے والوں کو علم ہے کہ تم میرے باس ہو۔!"

"یہ تمہارے ساتھ تمہارے کمرے میں رہے گا۔!" عمران نے بلاول کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"کک.... کیوں باس....!" وہ بوکھلا کر بولا۔

"لل.... لیکن باس....!"

"چلو.... لے جاؤ.... اُسے اپنے ساتھ....!"

"مم.... میں اس کا کیا کروں گا باس....!"

"میں نے کہا ہے کہ اس کا قیام تمہارے ساتھ ہو گا.... اور بس جاؤ....!"

"چلو..!" جوزف نے کھسیانے انداز میں کہا اُسکا بایاں گال پھڑکنے لگا تھا اور پھڑکے ہی جارہا تھا۔
مرسیانا اس کی شکل دیکھ کر ہنس پڑی۔ اُدھر جوزف جیسے ہی اُسے ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں پہنچا۔ گلرخ اور سلیمان کے قہقہوں سے چھت اڑ گئی۔
اور پھر انہوں نے دیکھا کہ بلاول بھاگتا ہوا صدر دروازے کی طرف جارہا ہے۔ جوزف اُس کے پیچھے "ارے ارے" کرتا بڑھ رہا تھا۔
"جانے دے۔!" عمران نے اُسے للکارا اور جوزف جہاں تھا وہیں رک گیا۔ بلاول دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔
"ابے یہ کون تھی....؟" سلیمان جوزف کی کمر پر ہاتھ مار کر بولا۔
"چوپ راؤ....!" جوزف پلٹ کر دہاڑا اور سلیمان بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔
"اس عورت کی آواز کتنی بھاری تھی۔!" مرسیانا نے کہا۔
"عورت....!" عمران چونک کر بولا۔ "کس عورت کی بات کر رہی ہو۔!"
"وہ جو یہاں بیٹھی ہوئی تھی۔!" مرسیانا نے جھلا کر کہا۔
"اوہ....!" عمران نے جوزف کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ادھر آ" وہ مردہ سی چال چلتا ہوا قریب پہنچا۔
"کیا وہ عورت تھی۔!"
"میں کیا جانوں باس تم کہتے ہو تو عورت ہی ہوگی۔!" جوزف بیزاری سے بولا۔ "میں نہیں سمجھ سکا کہ تم مجھ سے اس قسم کا مذاق کیوں کرنا چاہتے تھے۔!"
"دیکھا تم نے....!" عمران مرسیانا سے بولا۔ "وہ عورت نہیں تھی۔!"
"یعنی کہ کوئی مرد تھا....؟" مرسیانا نے حیرت سے کہا۔
"اوہ.... میرے خدا....!" دفعتاً جوزف چونک کر بولا۔ "اب مجھے یاد آیا باس کیا وہی تو نہیں تھا جو موٹر بوٹ لے بھاگا تھا۔!"
"وہی تھا بلاول....!"
"صورت تو مجھے بھی کچھ جانی پہچانی سی لگی تھی۔!" مرسیانا خفیف ہو کر بولی۔ "لیکن وہ اس طرح کیوں آیا تھا....!"
"وان بروف کے گروہ سے چھپتا پھر رہا ہے۔ یہاں پناہ لینے آیا تھا لیکن تم سبھوں کے قہقہوں سے بور ہو کر بھاگ گیا۔!"

"اور تم یہی چاہتے تھے باس....!" جوزف مسکرا کر بولا۔

"تیرا خیال درست ہے....؟" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اب تجھے سلور اسٹار ایک بار فیمی سے مل کر معلوم کرنا ہے کہ کیا اُسی نے میرا پتا بتایا تھا۔!"

"ابھی دیکھتا ہوں باس....!" جوزف مستعدی سے بولا۔

"ہوشیاری سے کیونکہ تم بھی اُن کی نظروں میں آچکے ہو۔!"

"بے فکر رہو باس.... شکاری کتے جانتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے۔!"

جوزف کے چلے جانے کے بعد عمران نے فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "کیا خبر ہے۔!"

"صفدر نے اطلاع دی ہے کہ وہ آپ کے فلیٹ سے برآمد ہونے والی ایک سیاہ فام عورت کا تعاقب کر رہا ہے۔!" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"او کے.... بس یہی معلوم کرنا تھا۔!"

"اُس سے رپورٹ ملنے پر مطلع کروں گا....!"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

مرسیانا طویل سانس لے کر بولی۔ "سارا جھگڑا اُس نگیٹو کا ہے۔ کیا سچ مچ وہ ضائع ہو گیا تھا؟"

"تمہیں اس سے کیا سروکار....!"

"یہ خوب رہی.... ارے میں بھی تو اُسی کے لئے خوار ہوئی ہوں۔!"

"اور اب بھی اسی تاک میں ہو کہ اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو نو دو گیارہ ہو جاؤ۔!"

"تم صرف ایک بے جگر آدمی ہو۔ نازک احساسات کو پرکھنے کا سلیقہ تم میں نہیں ہے۔!"

"اس جملے کا مطلب....؟"

"بالکل ہی پتھر ہو....!"

"کٹ....!" عمران ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ "اب دوسرے شاٹ کی ریہرسل ہوگی۔!"

مرسیانا بُرا سا منہ بنا کر اٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد جوزف کی کال آئی۔

"نہیں باس.... فیمی کہتی ہے کہ اُس کے پاس میری کوئی تصویر نہیں ہے اور نہ اس سے کسی نے میرے یا تمہارے بارے میں کسی قسم کی پوچھ گچھ ہی کی تھی۔ اب کیا کہتے ہو۔!"

"واپس آجاؤ....!" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

پانچ بجے شام کو پھر فون کی گھنٹی بجی۔ اس بار بلیک زیرو تھا۔ عمران کے استفسار پر بولا۔ ''مو بار اُس عورت کا تعاقب کیا گیا۔ وہ لا توش ولا میں داخل ہوئی ہے اور اس وقت تک دوبارہ برآمد نہیں ہوئی۔!''

''کیا صفدر اب تک وہیں ہے۔!'' عمران نے سوال کیا۔

''جی ہاں اور معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اب اُسے کیا کرنا ہے۔!''

''لا توش ولا کی نگرانی جاری رکھے۔ تاوقتیکہ کوئی دوسرا اُس سے چارج نہ لے۔ اُسے ریلیز کرنے کے لئے صدیقی کو بھیجو۔!''

''بہت بہتر جناب.....!''

''اور اس دوران میں تمہیں یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ لا توش ولا آج کل کس کی ملکیت ہے اور کس کے قبضے میں ہے۔!''

''بہت بہتر جناب.....!''

سورج غروب ہوتے ہی وہ جوزف کو ساتھ لے کر ساحل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب بلیک زیرو سے اُس کا رابطہ ٹرانس میٹر پر تھا۔

''باس وہ عورت ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔!'' جوزف نے کہا۔

''کس عورت کی بات کر رہے ہو۔!''

''مرسیانا کی.....!''

''میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔!''

''اگر اس بنا پر اس پر اعتماد کر رہے ہو کہ اُس نے تمہیں وان بروف کے بارے میں بتا دیا تھا تو!''

''مجھے اس پر اعتماد نہیں ہے۔ خوف کے تحت بلاول نے بھی مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔ لیکن وہ اب بھی اُن ہی لوگوں کے لئے کام کر رہا ہے۔!''

''کیا انہیں یقین ہے کہ تم بلاول کے کہنے میں آ جاؤ گے۔!''

''اگر یقین نہیں ہے تب بھی میں انہیں یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ بلاول کی باتوں میں آ گیا ہوں۔!''

''اس کا کیا فائدہ ہو گا.....!''

''ایک بار پھر اُن سے دو بدو ہونے کا موقع مل جائے گا۔ ہو سکتا ہے اس طرح اس بار وان بروف کا سامنا بھی ہو جائے۔!''

"گویا دیدہ دانستہ خطرہ مول لے رہے ہو۔!"

"اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ دو دن سے وان بروف کی تلاش جاری ہے۔ ہمیں بھی اور آئی ایس آئی والوں کو بھی۔ آئی ایس آئی والے لامحدود ہیں اس کے باوجود بھی وہ ابھی تک وان بروف پر ہاتھ نہیں ڈال سکے۔!"

"ٹھیک ہے میں پوری طرح چوکس رہوں گا۔ لیکن کیا مہم پر صرف ہمی دونوں نکلے ہیں۔!"

"نہیں ایسا بھی نہیں ہے۔ اپنے ساتھ صرف تمہیں رکھوں گا۔!"

"میں یہی چاہتا ہوں باس۔ دوسرے لوگ تو کام کے وقت بھی بحث کرنے لگتے ہیں۔ تمہارے خیال سے خاموش رہنا پڑتا ہے۔ ورنہ کیپٹن خاور میرے ہاتھ سے ضرور پٹ جاتا۔!"

"خود کو قابو میں رکھنا..... ہو سکتا ہے کسی مرحلے پر وہ سب بھی ہم سے آملیں۔!"

"میں خیال رکھوں گا باس.....!"

سی بریز اوپن ایئر ریستوران کے قریب عمران نے گاڑی روکی ہی تھی کہ جیبی ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا بلیک زیرو اُسے کال کر رہا تھا۔ خبر موبار کے لاتوش ولا سے متعلق تھی۔ جس کے مطابق ٹھیک سات بج کر دس منٹ پر لاتوش ولا سے دو سفید فام مرد اُسی سیاہ فام عورت کے ساتھ برآمد ہوئے تھے۔ جس کا تعاقب کرتا ہوا صفدر موبار تک پہنچا تھا۔ وہ تینوں ساحل پر آئے تھے اور ایک بڑی موٹر بوٹ پر بیٹھ کر مشرق کی جانب کھلے سمندر میں نکل گئے تھے۔ ٹھیک اسی وقت ٹرانس میٹر سے تیسری آواز آئی۔ "ہیلو..... عمران..... صدیقی کمس اِن..... موبار سے دو میل کے فاصلے پر وہ موٹر بوٹ خواہ مخواہ چکر لگا رہی ہے..... اوور.....!"

"اور تم کیا کر رہے ہو..... اوور.....!"

"میں بھی تھوڑے ہی فاصلے پر اپنی کشتی ٹہلا رہا ہوں..... اوور.....!"

"موبار..... واپس جاؤ..... اور دیکھو کہ وہ کشتی تمہارے پیچھے تو نہیں آرہی۔ اُس کے بعد براہِ راست مجھ سے رابطہ رکھنا اوور اینڈ آل.....!"

اس کے بعد اُس نے بلیک زیرو کو کال کر کے کچھ ہدایات دی تھیں اور سوئچ آف کر کے گاڑی سے اُتر آیا تھا۔

"کیا خبر ہے باس.....!" جوزف نے پوچھا۔

"مجھے گھیرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا.....!"

"وہ میری مصروفیات سے پوری طرح باخبر ہیں۔!"

"تو پھر اب کیا کرو گے۔!"

"مجھے جلد از جلد وان بروف پر ہاتھ ڈالنا ہے۔ اس کے لئے جو کچھ بھی کرنا پڑا آنکھیں بند کر کے کر گزروں گا۔!"

"ٹھیک ہے باس.... لیکن تمہاری باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم نے وان بروف کو دیکھا بھی نہ ہو۔!"

"میں نے اُس کی تصویر دیکھی ہے۔ اس کے آفس میں.... مرسیانا کے بیان کے مطابق وہ کبھی کبھی وگ اور نقلی ڈاڑھی لگا کر ہپی بھی بن جاتا ہے۔!"

"یہ بھی میری سمجھ میں نہیں آتا....!"

"کیوں....؟ کیا سمجھ میں نہیں آتا....!"

عمران نے اپنی گاڑی لاک کر دی تھی اور اب وہ ساحل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جوزف کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "کیا ہپی بن جانے کے بعد بھی وہ وان بروف ہی رہتا ہے۔!"

"بعض لوگوں کے لئے نہیں رہتا۔!"

"اور یہ مرسیانا اس کی دونوں حیثیتوں سے واقف ہے۔!"

"اس کا تو یہی بیان ہے۔!"

"تو پھر وہ کسی خاص حیثیت کی مالک ہوگی۔!"

"میں کہہ چکا ہوں کہ اُس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔!"

"پھر اُسے فلیٹ میں کیوں رکھا ہے۔!"

"اُس پر یہی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اُس پر اعتماد ہے۔!"

"اس سے فائدہ باس....!"

"آج تو بہت باتیں کر رہا ہے۔!"

"پتا نہیں کیوں باس، مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تم کوئی بہت بڑی غلطی کرنے والے ہو۔!"

"ہو سکتا ہے.... جو کچھ بھی ہونا ہے ہو کر رہے گا۔!"

"رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شاہین کو سانپ نے اپنے بلوں میں جکڑ رکھا ہے۔!"

"ساتھ میں بیک گراؤنڈ میوزک بھی تھا یا نہیں۔!" عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔

"باس....! خدا کے لئے جو کچھ بھی سوچو سنجیدگی سے سوچو....!"

"مجھ سے جو کچھ وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اُسے حاصل کئے بغیر مجھے قتل نہیں کریں گے۔ پھر میں اپنی اس حیثیت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیوں نہ کروں۔ اگر تجھے خوف محسوس ہو رہا ہے تو یہیں سے واپس ہو جا۔۔۔!"

"یس باس۔۔۔!" جوزف چلتے چلتے رک کر بولا۔ "اگر ایسی باتیں کرو گے تو میں یہیں اپنے پیٹ میں چھرا گھونپ لوں گا۔!"

"بس تو پھر خاموشی سے چلتا رہ۔!"

"مجھے اب واقعی مر جانا چاہئے۔!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم میری نیت پر شبہ کرنے لگے ہو باس۔۔۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ ساحل پر پہنچ کر وہ اُس حصے کی طرف بڑھا جہاں سرکاری کشتیاں لنگر انداز رہتی تھیں لیکن اُن پر کسی قسم کے نشانات نہیں ہوتے تھے اور انہیں عام طور پر نجی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ ان میں عمران کی اپنی ایک مخصوص کشتی بھی تھی۔

"فی الحال موبار کی طرف۔۔۔!" عمران نے کشتی پر قدم رکھتے ہوئے کہا۔ جوزف اُس کے پیچھے تھا۔ خاموشی سے وہ بھی کشتی پر چڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد کشتی کھلے سمندر کی طرف حرکت کر رہی تھی۔!

"یہاں غوطہ خوری کے کئی سوٹ موجود ہیں۔!" عمران نے جوزف سے کہا۔

"اپنے سائز کا تلاش کر لو۔۔۔!"

"بہت اچھا باس۔۔۔!"

"اس کے بعد تم آؤٹ بورڈ پر آؤ گے اور میں تیار ہو جاؤں گا۔!"

اس طرح پہلے جوزف نے تیار ہو کر کشتی کا کنٹرول سنبھالا تھا اور عمران غوطہ خوری کا لباس پہننے لگا تھا۔۔۔ کشتی تیز رفتاری سے موبار کی طرف جا رہی تھی۔ عمران نے مڑ کر دیکھا اس کی کشتی سے کچھ فاصلے پر تین کشتیوں کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ یہ تینوں کشتیاں نصف دائرے کی شکل میں اس کی کشتی کا تعاقب کر رہی تھیں۔

"ایک اسٹین گن تیرے پیروں کے پاس رکھی ہوئی ہے۔!" عمران نے جوزف کو اطلاع دی۔

"مجھے معلوم ہے باس۔۔۔!"

"ہمارا تعاقب شروع ہو گیا ہے۔!"

"فکر نہ کرو باس۔۔۔!" جوزف نے جواب دیا۔

"لائف بیلٹ بھی ساتھ رکھنا۔۔۔۔!"

"اوکے۔۔۔۔ باس۔۔۔۔!"

تھوڑی دیر بعد عمران نے محسوس کیا کہ دائیں اور بائیں جانب والی کشتیاں آہستہ آہستہ دباؤ ل کر اس کی کشتی کا کورس بدلوانے کی کوشش کر رہی ہیں۔

عمران بڑی پھرتی سے جوزف کے قریب پہنچ کر بولا۔ "دونوں کشتیاں ہم سے اپنا فاصلہ ذرہ بج کم کرتی جا رہی ہیں۔!"

"میں دیکھ رہا ہوں باس اور اسکا مطلب بھی سمجھ رہا ہوں۔ وہ ہمیں بائیں جانب موڑنا چاہتے ہیں۔!"

"ٹھیک سمجھے۔۔۔۔ بس تم کشتی پر نظر رکھو میں انہیں دیکھوں گا۔!"

"میرا خیال ہے کہ میں آہستہ آہستہ دائیں جانب کشتی کو دباؤں۔!" جوزف نے کہا۔ "زیادہ ے زیادہ دائیں جانب والی سے ٹکراؤ ہی تو ہو گا۔ کشتی الٹ گئی تو ہم تیراکی کے لئے پہلے ہی سے یار ہیں۔ پتا نہیں وہ ہمیں بائیں جانب کیوں لے جانا چاہتے ہیں۔!"

"ٹھیک ہے کوشش کرو۔۔۔۔ لیکن دھیان رہے کہ کشتی الٹتے وقت اسٹین گن تمہارے قبضے یں ہونی چاہئے۔!"

"اوکے باس۔۔۔۔!" جوزف نے کہا اور کشتی کو آہستہ آہستہ دائیں جانب دبانا شروع کیا۔ پھر یک مرحلے پر ایسا معلوم ہوا جیسے دائیں جانب والی کشتی سے ٹکراؤ ہو جائے گا۔ لیکن وہ بڑی تیزی ے دوسری طرف مڑی اور عمران کی کشتی آگے نکلی چلی گئی۔

"بہت اچھے۔!" عمران نے جوزف کی مہارت کی داد دی۔ لیکن وہ پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے باس۔۔۔۔!"

"کیا ہو رہا ہے۔!"

"کشتی میرے کنٹرول میں نہیں ہے۔ میں اب اسے کسی طرف بھی نہیں موڑ سکتا۔!"

"ہٹو۔۔۔۔ میں دیکھوں۔۔۔۔!"

"جوزف دوسری طرف کھسک گیا اور عمران جھک کر اسٹیئرنگ کا جائزہ لینے لگا جو نہایت آسانی سے دونوں جانب گھوم رہا تھا لیکن اُس کے ساتھ ہی کشتی کا رخ نہیں بدل رہا تھا۔ اس نے ٹیئرنگ کے میکنزم کا جائزہ لیا لیکن اُس میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوئی تھی۔

دفعتاً جوزف چیخا۔ "باس۔۔۔ یہ پانی پر نہیں چل رہی۔۔" وہ کشتی کی گگر پر جھکا ہوا نیچے دیکھ رہا تھا۔

عمران دوسری جانب جھک پڑا کشتی پانی کی سطح سے قریباً دو ڈھائی فٹ کی بلندی پر حرکت

کر رہی تھی۔

پھر اُس نے مڑ کر دیکھا۔ اُسے گھیر نے والی تینوں کشتیاں بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔

"یہ کیا چکر ہے باس.....!" جوزف اُس کی طرف جھک کر بولا۔

"ایسا لگتا ہے جیسے کسی آہنی پنجے نے کشتی کو اپنی گرفت میں لیکر پانی کی سطح سے اوپر اٹھا دیا ہو۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تمہاری لاعلمی میں کشتی کا اصل انجن نکال کر کسی دوسری قسم کا انجن فٹ کر دیا گیا ہو۔"

"اسے بھی دیکھے لیتے ہیں.....انجن بند کر دو.....!"

"سوچ لو.....باس.....!"

"اگر تمہارا خیال صحیح ہوا تو انجن بند ہوتے ہی کشتی دوبارہ پانی کی سطح پر آجائے گی۔"

"ہاں.....یہ تو ہے.....!" کہہ کر جوزف نے انجن بند کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی کشتی کی پوزیشن میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ بدستور پانی کی سطح پر ڈھائی فٹ کی بلندی پر پرواز کرتی رہی۔

"تم نے دیکھا.....!" عمران نے جوزف سے کہا۔ "بالآخر ہم الو بن ہی گئے۔ وہ کشتیاں ہمیں اسی لئے بائیں جانب دبا رہی تھیں کہ ہمارا ردعمل اس کے خلاف ہو۔ یعنی دائیں جانب گھوم کر ہم خود بخود اس جال میں جا پھنسیں۔ اگر بائیں ہی جانب ہم بھی دباؤ رکھتے تو شاید اتنی جلدی ان کے جال میں نہ پھنستے۔!"

"کیا خیال ہے چھلانگ لگائیں۔!" جوزف نے اسٹین گن اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں پہلے مجھے دیکھنے دو کہ چکر کیا ہے..... اوہ..... یہ دیکھو میں نے کہا تھا کہ کوئی آہنی پنجہ....." وہ کشتی کی لگر پر ہاتھ پھیرتے پھیرتے رک گیا اور جھک کر دیکھنے لگا۔ پھر اُسی کی سیدھ میں دوسری طرف جھپٹا۔ ادھر بھی ویسا ہی بڑا سا لوہے کا حلقہ موجود تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کشتی کسی بہت بڑے آہنی زنبور کی گرفت میں ہو۔ اُس نے جیبی ٹرانس میٹر پر اپنے ماتحتوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن ہوا کے شور کے علاوہ اور کچھ نہ سن سکا۔ گویا ٹرانس میٹر بھی ناکارہ ہو کر رہ گیا تھا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم چھلانگ لگا دیں۔!" جوزف نے کہا۔

"ایسی حالت میں اس سے بڑی حماقت اور کوئی نہ ہو گی۔!" عمران نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔ جوزف پر تشویش نظروں سے چاروں طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"یہ لو.....!" عمران نے چیونگم کا ایک پیس اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا ہے باس....؟"

"چیونگم....!"

"باس....!" جوزف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"رکھ لے منہ میں اور اوپر دیکھ چاند کتنا حسین لگ رہا ہے۔!"

"تمہارا یہی انداز تو مجھے تمہارا غلام بنائے ہوئے ہے۔!" جوزف ہنس کر بولا اور اس سے چیونگم کا پیس لے کر منہ میں ڈال لیا۔

"اپنی جوانی کا کوئی کارنامہ سنا....!" عمران چاند پر نظر جمائے ہوئے بولا۔

"جوانی....!" وہ کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "جوانی سے اب تک شراب کی بوتلوں کے علاوہ اور کیا رہا ہے میری زندگی میں۔ یہی سب سے بڑا کارنامہ ہے کہ زندہ ہوں اب تک اور مرنے سے کبھی نہیں ڈرا....!"

دفعتاً کشتی بائیں جانب جھکنے لگی اور انہوں نے جھپٹ کر دائیں جانب والی لگر پر دباؤ ڈالنا شروع کیا لیکن لاحاصل انتہائی زور صرف کرنے کے باوجود کشتی ترچھی ہی ہوتی جارہی تھی۔ حتیٰ کہ دونوں پانی میں جا پڑے اور جوزف نے پھرتی سے عمران کا بازو پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے لائف بیلٹ کی ڈوری کھینچی تھی اُس میں گیس بھرنے لگی۔ عمران نے بھی بڑی پھرتی سے لائف بیلٹ کو کارآمد بنا لیا تھا۔ دونوں سطح پر تیرنے لگے۔ جوزف اُس کا بازو گھسیٹتا ہوا بولا۔ نکل چلو باس کہیں نہ کہیں کوئی فشنگ ٹرالر مل ہی جائے گا۔!"

ٹھیک اُسی وقت اُن کے پیر کسی ٹھوس چیز سے ٹکرائے اور وہ ایک بار پھر پانی کی سطح سے اوپر اٹھتے چلے گئے۔

"چ.... چچ.... چٹانیں باس....!" جوزف ہکلایا۔

"ہاں.... ہم واقعی پھنس گئے ہیں۔!"

"تم سے بلاول نے انہی چٹانوں کا ذکر کیا تھا....؟"

"اور میں جھوٹ سمجھا تھا....!"

"اور یہ چٹانیں اب کسی بحری جہاز کی طرح سمندر میں تیرتی چلی جارہی تھیں۔ وہ ایسی جگہ کھڑے تھے جہاں مضبوطی سے قدم جما سکتے تھے۔

"تو اس کا یہ مطلب کہ بلاول ہی نے ہمیں الجھا کر ان چٹانوں تک پہنچایا ہے۔!"

اچانک ایک طرف ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ جوزف نے عمران کی توجہ اُس طرف منعطف کرائی۔

"فی الحال یہیں ٹھہرو۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ "وہ مردود ننگا نازبان کھولنے سے پہلے ہی مر گیا تھا۔ ورنہ میں بہت محتاط ہو کر کوئی قدم اٹھاتا۔ بلاول کی طرف سے میں مطمئن نہیں تھا۔!"

"اسٹین گنیں بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل گئیں۔!" جوزف نے کہا پھر عمران کے کان میں آہستہ سے بولا۔ "تم فکر نہ کرو باس.... میرے دونوں ریوالوروں میں بارہ گولیاں ہیں۔!"

"مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ ایک چیونگم اور لو....!"

اب وہ ایسی جگہ تھے جہاں بڑی لہریں چٹانوں کے نچلے حصے سے ٹکرا رہی تھیں۔ بعض جگہ تو یہ ٹکراؤ اتنا زبردست ہوتا کہ پانی کی پھواریں ان کے جسموں سے ٹکراتیں۔

دفعتاً کسی جانب سے آواز آئی۔ "تم دونوں بہت تھک گئے ہو۔ روشنی کی طرف چلے آؤ... ادھر تمہارے لئے بہت کچھ ہے۔!"

آواز ایسی ہی تھی جیسے اُسے اُن تک پہنچانے کے لئے مائیکروفون استعمال کیا گیا ہو۔

"کیا خیال ہے باس....!" جوزف نے آہستہ سے پوچھا۔

"غنیمت ہے کسی آدمی کی آواز تو سنائی دی۔!" عمران نے کہا اور روشنی کی طرف چل پڑا انہیں چلنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آرہی تھی۔ بالآخر وہ اس جگہ پہنچ ہی گئے جہاں روشنی ہو رہی تھی اور یہ روشنی ایک بڑی سی مشعل کی تھی۔ جسے ایک تنگ سی دراڑ میں نصب کر دیا گیا تھا اور اُس کے قریب ہی ایک میز پر شراب کی چند بوتلوں سمیت کھانے کی کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ جوزف حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔

"تیری تو تقدیر کھل گئی۔!" عمران اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اسکاچ کی بوتلیں معلوم ہوتی ہیں۔!"

"وہی ہیں باس....!" جوزف کی باچھیں کھل گئیں۔

"پھر منہ کیا دیکھ رہا ہے.... جھپٹ پڑ۔!"

"پتا نہیں کیا چکر ہے باس....!" جوزف نے پُر تشویش لہجے میں کہا تھا۔

"دیکھا جائے گا۔!"

"بے فکر رہو.... یہ چیزیں زہر آلود نہیں ہیں۔!" آواز پھر آئی۔

عمران نے خاموشی سے ایک پوٹیٹو چاپ اٹھایا اور کھانے لگا۔ جوزف نے ہچکچاہٹ کے ساتھ ایک بوتل اٹھالی۔ یہاں چٹانوں کی بناوٹ کچھ ایسی تھی کہ پانی نظر نہیں آرہا تھا۔ ایک چھوٹا سا کمرہ قد آدم سے بھی اونچی چٹانوں سے گھرا ہوا تھا۔ وہ نہایت اطمینان سے کھاتے پیتے رہے

اچانک انہوں نے محسوس کیا جیسے وہ حصہ نیچے دھنس رہا ہو۔

"کک کہیں مجھے..... نن..... نشہ تت تو نہیں ہو گیا ہے باس.....!" جوزف دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ملتا ہوا بولا۔

"تب تو آلو اور انگور میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔!"

"کک..... کیا مطلب.....!"

"میں نے صرف آلو کے کباب کھائے ہیں اور تجھ سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کہیں مجھے بھی تو نشہ نہیں ہو گیا ہے۔!"

وہ بدستور نیچے جا رہے تھے۔ اُن کے اطراف میں اتنی گہری تاریکی تھی کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اچانک وہ آپس میں ٹکرا کر گرے اور اندھیرے میں لڑھکتے چلے گئے۔ دونوں ہی نے سنبھلنے کی لاکھ کوشش کی تھی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے اُن کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ پھر دفعتاً کسی جگہ رک گئے لیکن اپنے پیروں پر کھڑے نہیں تھے بلکہ اوندھے پڑے ہوئے تھے۔

آہستہ آہستہ عمران اٹھا اور آنکھیں کھول دیں لیکن پھر فوراً ہی بند کر لینی پڑیں۔ کیونکہ بہت تیز قسم کی روشنی سے سابقہ پڑا تھا۔ لیکن جب تھوڑی دیر بعد آنکھوں کو روشنی کی سہار ہوئی تو وہ متحیر رہ گیا کیونکہ یہ تو وہی بڑا سا ہال تھا جہاں سے فرار ہونے کے لئے اُس نے چند سیاہ فاموں سے جنگ کی تھی لیکن بالآخر سر پر ضرب لگنے سے بے ہوش ہو گیا تھا اور دوبارہ ہوش آنے پر خود کو روسیانا سمیت اُس جزیرے میں پایا تھا جہاں بلاول باز سے ملاقات ہوئی تھی۔

جوزف تو حیرت کے مارے ایسا نظر آنے لگا تھا جیسے اُسے سکتہ ہو گیا ہو۔

"بب..... باس کیا ہم خبیث روحوں کے چنگل میں پڑ گئے ہیں۔!" وہ بالآخر خوف زدہ سی آواز میں بولا۔

"نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں۔!" عمران نے ہنس کر کہا۔

"تو پھر میرا سر چکرا رہا ہو گا۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ عمارت چل رہی ہو۔!"

"سو فی صد چل رہی ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"مم..... میں نہیں سمجھا.....!"

"یہ کوئی بہت بڑی آبدوز کشتی ہے جس کا بالائی حصہ چٹانوں کی شکل میں بنایا گیا ہے۔!"

"تم ٹھیک سمجھے ہو مسٹر عمران.....!" وہی آواز پھر سنائی دی جو انہوں نے چٹانوں کے

درمیان سنی تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔ آواز پھر آئی۔

"اس ایٹمی آبدوز کا جواب بڑی طاقتوں کے پاس بھی نہیں ہے۔ اتنی تیز رفتار آبدوز بنانے میں بڑی طاقتوں کو کم از کم پچاس سال لگیں گے۔ اس وقت یہ بہت معمولی رفتار سے چل رہی ہے۔ لطف تو اُس وقت آتا ہے جب یہ تمہاری بحری فوج کے اڈوں کے قریب پہنچ جاتی ہے اور تمہاری نیوی والے اپنے آلات پر اس کے اثرات دیکھ کر چونکے ہوتے ہیں اور جتنی دیر میں کچھ کر گزرنے کی صورت نکالتے ہیں یہ اطلاع فراہم کرنے والے آلات کے حلقہ اثر سے نکل جاتی ہے اور تمہاری جنگی کشتیاں ٹامک ٹوئیے مارتی رہ جاتی ہیں۔ اس وقت بے حد سست رفتاری سے چل رہی ہے۔!"

"کیا تم لوگ یہ سب کچھ محض اس لئے کر رہے ہو کہ مجھ سے باؤل دے سوف کے نگیٹو حاصل کر سکو.....!" عمران نے پوچھا۔

"سو فیصد یہی بات ہے مسٹر عمران.....!"

"تمہارا تعلق کس ملک سے ہے۔!" عمران نے سوال کیا۔

"ہمارا تعلق ہر ملک سے ہے ہم ساری دنیا کے شہری ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا.....!"

"حالانکہ یہاں ہمیں تم سے زیادہ اور کوئی نہیں سمجھتا۔!"

"تم لوگ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔!"

"یہ ناممکن ہے مسٹر عمران..... ہم شاذ و نادر ہی کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں۔!"

"میں ایک بار کہہ چکا کہ سلائیڈ بناتے وقت نگیٹو ضائع ہو گئے تھے۔!"

"مجھے یقین نہیں ہے۔!"

"نہ ہو۔" عمران نے شانے اُچکائے۔

"تم یوں باز نہیں آؤ گے۔!" غصیلے لہجے میں کہا گیا۔ "اب ہم تمہیں ایسی اذیتیں دیں گے کہ زندگی سے بیزار ہو جاؤ گے۔!"

پھر سناٹا چھا گیا..... آواز دوبارہ نہیں سنائی دی تھی۔ وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔!
